ماہنامہ

جہد حق

پاکستان کمیشن
برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

جلد نمبر 32... شمارہ نمبر 07... جولائی 2024

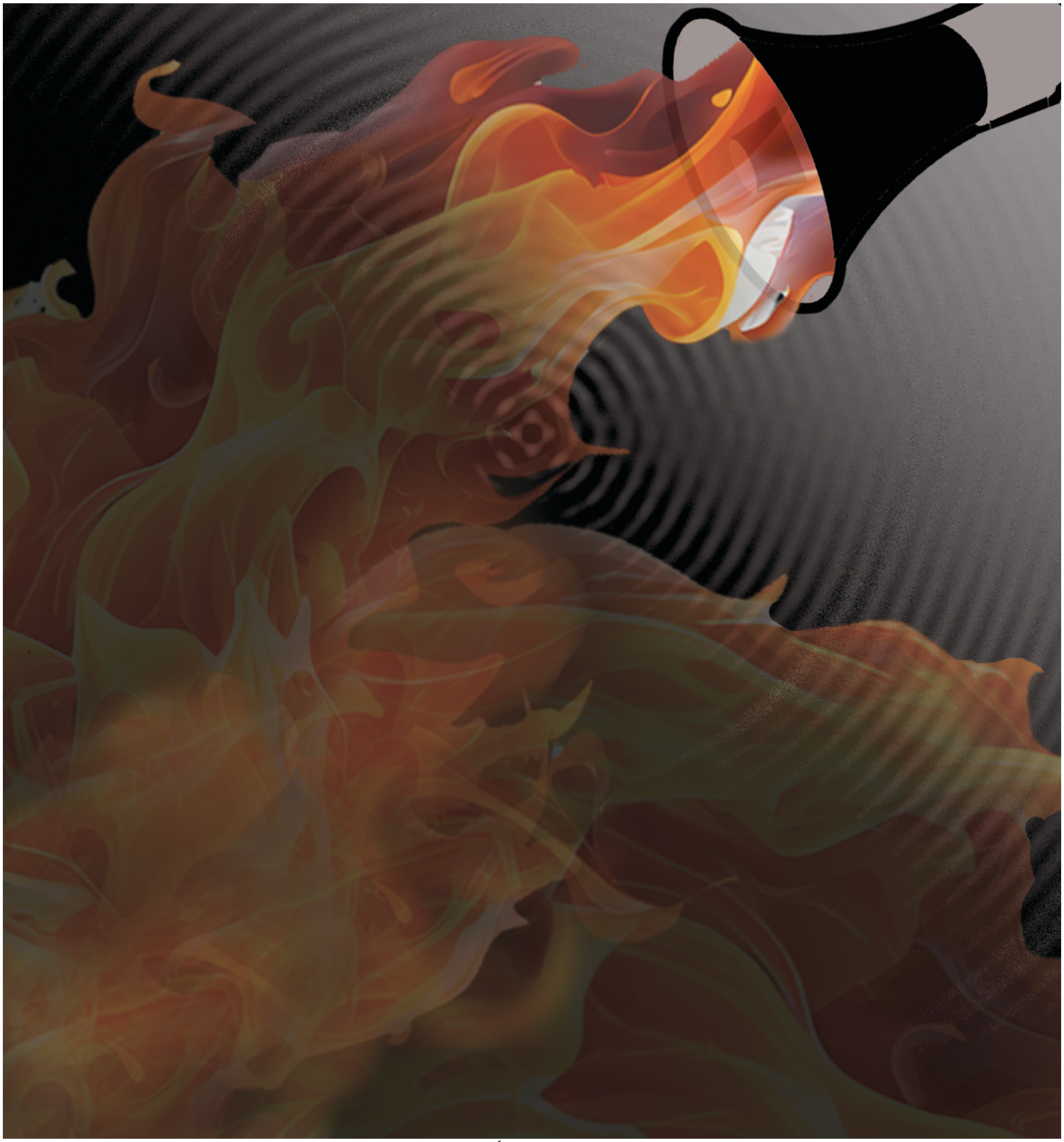

منافرت اور اشتعال انگیزی: بعد میں پچھتاوے کا سبب

ظلم کے آگے کبھی سر نہ جھکانے والے

محبوب احمد خان

طاہرہ حبیب

محبوب خان انسانی حقوق کے ایک نڈر دفاع کار تھے جن کی تمام زندگی جبر کے خلاف جرأت اور مزاحمت کی داستان ہے ۔ سٹوڈنٹ پولیٹکس ہو، مزدوروں کے حقوق کے لیے جدوجہد ہو، آمریت کے خلاف جلوس نکالنا، انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی تفتیش یا اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر مظلوموں کے مقدموں کی پیروی کرنا ہو، محبوب خان ہمیشہ صف اول میں نظر آئے۔ آج جب ہم ان کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں، ہمیں اپنے اصولوں پر کاربند اپنے تئیں پر مطمئن اور اپنی جدوجہد پر نازہ شخص دکھائی دیتا ہے۔

محبوب خان نے مزاحمت کی سیاست کا آغاز بحیثیت ایک طالب علم فیصل آباد سے کیا جہاں وہ ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اوائل عمر سے وہ مزدوروں کی تحریک سے وابستگی اور سٹوڈنٹ پالیٹکس کو ساتھ لے کر چلتے رہے۔ نیشنل سٹوڈنٹ آرگنائزیشن (NSO) کے پنجاب کے صدر منتخب ہوئے۔ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے فیصل آباد سے لاہور آئے اور پنجاب یونیورسٹی کے لاء کالج میں داخلہ لیا۔ یہاں بھی طالب علموں کے حقوق کی سیاست جاری رکھی اور اِس جرم کی پاداش میں تین بار پابند سلاسل ہوئے۔ لیکن کبھی مزاحمت کی سیاست کو خیر باد نہیں کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور میں پریکٹس شروع کی اور جلد ہی عاصمہ جہانگیر کے ہراول دستے کے اہم رکن بن گئے۔ 1981 ان کی زندگی میں ایسا اہم موڑ ثابت ہوا جس نے ان کی زندگی پر دوررس اثرات مرتب کیے۔ ضیاء کی آمریت کے خلاف ایم آر ڈی کی تحریک کو منظّم کرنے میں دن رات مصروف عمل رہے تھے۔ 1981 میں تحریک کا ایک اہم اجلاس محمود علی قصوری کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا جس میں مستقبل کے لائحہ عمل کا تعین کیا گیا۔ اجلاس کے اختتام پر جب شرکاء اجلاس سے گھر سے باہر نکلے تو مرکزی قیادت کے ہمراہ انہیں بھی حراست میں لے کر لاہور ڈسٹرکٹ جیل بھیج دیا گیا جہاں سے جلد ہی انہیں ساہیوال جیل منتقل کر دیا گیا۔ ساہیوال جیل میں قیام کے دوران آئی ایس ائی نے ان کی تفتیش شروع کی۔ بقول محبوب خان یہ ان کی زندگی کے تکلیف دہ ترین ایام تھے۔

دوران تفتیش انہیں شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ آمریت کے خلاف مزاحمت کے جرم میں انہیں جو تشدد سہنا پڑا وہ کبھی اس کی تفصیل نہیں بتاتے تھے۔ لیکن انہیں ”تشدد کی بہیمانہ شکل“ کا نام دیا کرتے تھے ۔ جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد کی پاداش میں فروری 1982 میں انہیں لیبیا سازش کیس میں ملوث کر دیا گیا اور راولپنڈی جیل بھیج دیا گیا۔ جہاں سیاسی قیدیوں کو اخلاقی مجرمان کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ یہاں محبوب خان اور ان کے ساتھیوں کو بیڑیاں پہنا دی گئیں جو ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ اِن کے وجود پر مسلط رہی۔ یہاں تک کہ جب انہیں بی کلاس ملی تب بھی ان کے پاؤں سے بیڑیاں نہیں اتاری گئیں۔ انہیں اسی حالت میں عدالت میں پیش کیا جاتا تھا۔ یہ اعلیٰ غداری کا مقدمہ اور دوسرے تمام حربے ان کی مزاحمت کے جذبے کو کم نہ کر سکے۔

اِن کے خلاف دہشت گردی کے مقدمے کی سماعت راولپنڈی جیل کے اندر لگنے والی فوجی عدالت میں ہوتی تھی۔ تقریباً ساڑھے تین سال کا طویل عرصہ یہ مقدمہ چلتا رہا جس میں 302/109، 119-A، 120، 120-A، 121-A، اور 122 کی دفعات لگائی گئی تھی۔ اعتزاز احسن، منٹو صاحب ، نصیر قریشی، اور آصف وردک جیسے ماہر وکلاء اس مقدمے کی پیروی کرتے رہے۔ لیکن امید و بیم کی کیفیت میں بیتے ان چار سالوں میں محبوب صاحب کی شخصیت پر اَن مِٹ نقوش چھوڑے۔ بالآخر 1985 میں الزامات ثابت نہ ہو سکنے کے باعث انہیں رہائی ملی۔ لیکن ان کی مزاحمتی سیاست کا سفر اِن کی آخری سانس تک جاری رہا۔ 1985 سے 1991 تک آپ بحیثیت وکیل انسانی حقوق کے دفاع کار کا فرض سرانجام دیتے رہے۔ 1991 میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق میں کام شروع کیا اور 25 سال جاری رکھا۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے واقعات کی فیکٹ فائنڈنگ سے لے کر قانونی چارہ جوئی تک تمام شعبوں میں کام کیا۔ ان کی جرأت اور انسانی نفسیات کی باریکیوں کی گہری سمجھ بوجھ کے باعث انہیں فیکٹ فائنڈنگ کی تکنیک کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ محترمہ ایلس فیض ایک واقعہ بیان کیا کرتی تھیں۔ ایچ ار سی پی کو ایک ممبر کی طرف سے اطلاع ملی کہ ایک خاتون کو اس کے خاندان کے مردوں نے غیرت کے نام پر قتل کر دیا ہے، لیکن پولیس اور علاقے کے تمام لوگ اسے خودکشی کا نام دے رہے ہیں۔ ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم جب جائے وقوعہ پر پہنچی تو خاندان کے رعب داب اور علاقے میں پھیلی دہشت کے باعث کوئی بھی اس موضوع پر بات کرنے کو تیار نہیں تھا۔ جب ٹیم کے اکثر ممبران مایوسی کا شکار ہو چکے تھے تو محبوب احمد نے اِسی خاندان کے کچھ ممبران سے اُگلوالیا کہ یہ خودکشی نہیں قتل تھا اور تمام ٹیم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ یہ ان کی لوگوں کے ساتھ گھل مل جانے کی عادت اور ہر کسی کے ساتھ اسی کے انداز میں گفتگو کرنے کا فن تھا جو انہیں فیکٹ فائنڈنگ کے دوران مشکل حالات میں بھی کامیابی دلاتا تھا۔ عوام تک پہنچنا، عوام کی زبان میں بات کرنا اور ان کو اپنی بات سمجھا پانے کی اہلیت محبوب خان کو انسانی حقوق کے دفاع کاروں میں ممتاز کرتی تھی۔ آپ نے متعدد حساس مقدموں میں ایچ ارسی پی کی نمائندگی کی۔ جہاں اِن کی جان کو انتہا پسندوں سے خطرہ لاحق رہتا تھا۔ سلامت مسیح کے مقدمے اور اسی نوعیت کے کئی مقدموں میں ان کو دھمکیاں بھی ملتی رہیں، جو ان کی جدوجہد کو کمزور نہ کر سکیں۔ محبوب خان کا نام پاکستان میں انسانی حقوق کی تحریک کے مجاہدوں میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ ہم ان کی جدوجہد کو سلام پیش کرتے ہیں۔

محبوب احمد خان اپنے ساتھی تنویر زمان خان کے ساتھ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے

اڈیالہ جیل، راولپنڈی، 1984

فہرست

پریس ریلیزیں 03

مجاہد کالونی، سرگودھا میں قرآنِ پاک کی بے حرمتی کے الزامات اور ہجوم کا تشدد 08

محبِ وطن پاکستانی احمدیوں کو عبادات سے روکنا انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے 09

آزاد جموں و کشمیر میں عوامی بے چینی اور ریاستی تشدد (ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ کے نتائج اور سفارشات) 10

2023 میں پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال 12

پاکستان میں خودکشی کے بڑھتے ہوئے رجحانات 17

پنجاب سمیت پاکستان میں چائلڈ لیبر کی صورتحال، ایک فکری جائزہ 18

انسانی حقوق اور اُن کی تاریخ 19

تین سینیٹری ورکرز مین ہول کی صفائی کرتے ہوئے جاں بحق 20

اساتذہ کی کمی، درجنوں بچے تعلیم سے محروم 22

2023 کے دوران خیبر پختونخوا میں عوامی بے چینی اور قتل و غارت باعث تشویش ہے

ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ کا اجراء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی 2023 میں انسانی حقوق کی صورت حال سے متعلق سالانہ رپورٹ خیبر پختونخوا میں پریشان کن واقعات کی نشاندہی کرتی ہے، جس کا آغاز صوبائی اسمبلی کی قبل از وقت تحلیل سے ہوا۔ اس کے بعد، صوبائی انتخابات نہ ہونے کے باعث شہری سال بھر نمائندگی سے محروم رہے اور ایک بھی قانون منظور نہیں ہوا۔ تاہم، صوبائی انتخابات کے انعقاد تک بلدیاتی اداروں کو معطل کرنے کے حکم کو خوش قسمتی سے پشاور ہائی کورٹ نے مسترد کر دیا، جس سے منتخب بلدیاتی نمائندوں کو اپنے ووٹرز کو خدمات کی فراہمی جاری رکھنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد اگست میں 21 اضلاع میں 72 اہم عہدوں کے لیے بلدیاتی انتخابات کرائے گئے۔

صوبے میں امن وامان کی صورتحال ابتر ہوگئی اور 160 سے زائد پولیس اہلکار، 70 سے زائد فوجی اہلکار، 60 سے زائد عام شہری اور 170 سے زائد مبینہ عسکریت پسند عسکریت پسندوں کے درجنوں ٹارگٹڈ حملوں اور سکیورٹی آپریشنز میں مارے گئے۔ تاہم، ان سیکورٹی خطرات سے نمٹنے کی ایک گمراہ کن کوشش کی گئی جب وفاقی نگراں حکومت کے ایک اعلان کے بعد تقریباً 212,000 افغان مہاجرین اور تارکین وطن کو صوبے سے زبردستی ملک بدر کر دیا گیا۔

سال بھر کے دوران صوبے میں بڑے پیمانے پر عدم اطمینان بھی واضح رہا اور سینکڑوں اساتذہ، ڈاکٹروں، ہیلتھ ورکرز اور سینیٹری ورکرز نے صوبے بھر میں الگ الگ مظاہروں میں تنخواہوں اور دیگر واجبات کی ادائیگی میں تاخیر کے خلاف احتجاج کیا۔ سرحد کی بندش نے ہزاروں لوگوں کی نقل وحرکت کی آزادی کو محدود کر دیا، اور 9 مئی کے احتجاج کے نتیجے میں پی ٹی آئی کے سینکڑوں رہنماؤں اور کارکنوں کو گرفتار کے ساتھ ساتھ انجمن سازی کی آزادی پر پابندیاں بھی بڑھ گئیں۔

صحت عامہ اور ماحولیاتی بحرانوں نے شہریوں کو کافی نقصان پہنچایا، نیز کم از کم 11 فیصد آبادی منشیات کے استعمال کا شکار ہوئی۔ کئی اضلاع میں بارشوں، سیلاب اور آندھی اور طوفان کے باعث تقریباً 40 اموات واقع ہوئیں۔ عدالتی احکامات کے باوجود معذوری کا شکار افراد بھی زیادہ تر عمارتوں تک رسائی سے محروم رہے۔ مزید برآں، 47 لاکھ بچے، جن میں 66 فیصد لڑکیاں شامل تھیں، اسکول سے باہر رہے۔

ایک خوش آئند پیش رفت یہ تھی کہ جسٹس مسرت ہلالی مئی میں پشاور ہائی کورٹ کی پہلی خاتون چیف جسٹس بنیں، اور پھر جولائی میں انہیں دوسری خاتون جج کے طور پر سپریم کورٹ میں تعینات کیا گیا۔ صوبے کے پہلے ذہنی صحت سے متعلق مخصوص ادارے، انسٹی ٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ سائنسز کا پشاور میں افتتاح بھی کیا گیا، اور خواتین کو گھریلو تشدد سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے صوبائی کابینہ نے بالآخر قواعد وضوابط کی منظوری دے دی۔ تاہم، صوبائی حکومت اور مقنّنہ کو شہریوں کے خدشات دور کرنے کے لیے فوری اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ ان کے جمہوری اور بنیادی حقوق کو یقینی بنایا جا سکے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 11 جون 2024]

ایچ آر سی پی کی جانب سے سینیٹیشن ورکرز کے لیے مجوزہ قومی پالیسی فریم ورک کا اجراء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے سینیٹیشن ورکرز کے کے منصفانہ اجرت، بہتر پیشہ ورانہ حفاظت اور صحت، اجتمائی سودے بازی، اور کام یا نسب کی بنیاد پر امتیازی سلوک سے آزادی کے حق کے تحفظ کے لیے فوری پالیسی اقدامات پر زور دیا ہے۔

'خطرناک معاملات: سینیٹیشن ورکرز کے لیے محفوظ اور باعزت روزگار کے حق کا جائزہ' کے عنوان سے جاری ہونے

والی تفصیلی رپورٹ میں ایچ آر سی پی نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی توجہ سندھ اور پنجاب میں سینیٹیشن ورکرز کی صورتحال کی جانب مبذول کرائی ہے۔ پریشان کن بات یہ ہے کہ سینیٹیشن ورکرز کو اکثر ٹھیکیداروں کے ذریعے بالواسطہ طور پر بھرتی کیا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ انہیں روزانہ کی بنیاد پر اجرت دی جاتی ہے، وہ بمع تنخواہ چھٹی کے حقدار نہیں ہیں اور انہیں ملازمت کا تحفظ یا کوئی طبی یا ریٹائرمنٹ کے فوائد حاصل نہیں ہیں۔ سینیٹیشن ورکرز کو قانونی طور پر مقرر کی گئی کم از کم اجرت سے کم تنخواہ دینا بھی عام بات ہے۔

مزید برآں، صفائی کے کام کی نوعیت اور جس سماجی تناظر میں اسے انجام دیا جاتا ہے اس میں موروثی اور منظم امتیاز کا عنصر نمایاں ہے۔ سینیٹیشن ورکرز کی اکثریت کا تعلق اقلیتی مسیحی یا ہندو برادریوں سے ہے۔ ان میں سے اکثر باقی آبادی سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور انہیں سماجی ترقی کے بہت کم مواقع میسر ہیں۔ درحقیقت، سینیٹیشن ورکرز کی بھرتی کے لیے سرکاری ملازمتوں کے اشتہارات واضح طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ نوکریاں صرف 'غیر مسلموں' کے لیے دستیاب ہیں۔

آخر میں، رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ سینیٹیشن ورکر اپنے کام کی نوعیت کے باعث صحت کے شدید خطرات سے دوچار ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں صفائی کا زیادہ تر کام پرانے طریقوں اور ہاتھ سے انجام دیا جاتا ہے جس کے باعث سینیٹیشن ورکرز زہریلی گیسوں، ٹھوس فضلہ اور فضلاتی کیچڑ کی زد میں رہتے ہیں۔ صرف مارچ-اپریل 2024 میں پیشہ ورانہ فرائض کی انجام دہی کے دوران کم از کم چھ سینیٹیشن ورکرز کی موت واقع ہوگئی۔

پاکستان کی قومی سینی ٹیشن پالیسی اب متروک ہو چکی ہے اور صوبائی پالیسیاں یا تو سرے سے موجود ہی نہیں، یا ان کی اب تک منظوری نہیں دی گئی۔ اس تناظر میں، رپورٹ میں ایک جامع پالیسی فریم ورک پیش کیا گیا ہے جس میں اس بات کو یقینی بنانے پر زور دیا گیا ہے کہ سینیٹیشن ورکرز کو ان قانونی تحفظات سے محروم نہیں کیا جانا چاہیے جو دیگر مزدوروں کو حاصل ہیں۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آئین میں زندگی کے بنیادی حق (آرٹیکل 9) اور قانون کے مساوی تحفظ (آرٹیکل 25) کی ضمانت دی گئی ہے۔

دیگر امور کے علاوہ، پالیسی میں سینیٹیشن ورکرز کی ملازمت کو مستقل کرنے، ان کے لیے فی الوقت کم از کم اور مستقبل قریب میں گزارے کے قابل اجرت مقرر کرنے، اور سوشل سکیورٹی اور ریٹائرمنٹ کے فوائد کی فراہمی کی تجویز دی گئی ہے۔ پالیسی میں کام کی جگہ پر ہونے والے حادثات کی صورت میں معاوضے، سینیٹیشن ورکرز کی صحت اور سلامتی کے لیے اقدامات، اور گٹروں کی صفائی جیسے خطرناک کام انجام دینے کے لیے مشینوں کے استعمال کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔

[پریس ریلیز-لاہور-12 جون 2024]

2023 کے دوران سندھ میں امن وامان کی صورتِ حال میں بگاڑ اور انسانی حقوق کی پامالیوں کا سلسلہ جاری رہا

ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ کا اجراء

2023 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی سالانہ رپورٹ میں سندھ میں امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورت حال کا تفصیلی ذکر ہے، خاص طور پر اسٹریٹ کرائم (اس قسم کے لگ بھگ 11 فیصد جرائم کراچی میں سرزد ہوئے) میں نمایاں اضافے اور اغواء کے واقعات کا۔ ردِعمل میں، سندھ پولیس نے فوج اور رینجرز کی مدد سے کچے کے علاقے میں ڈاکوؤں کے خلاف بڑے پیمانے کی کارروائی شروع کی۔

شہری آزادیوں اور بنیادی حقوق کی خلاف ورزیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ 9 مئی کے فسادات کے دوران، کئی سرکاری ونجی املاک کو نقصان پہنچا۔ ریاست کے حد سے زیادہ سخت کریک ڈاؤن میں سابق گورنر سندھ عمران اسماعیل سمیت پی ٹی آئی کے 25 سے زائد رہنما گرفتار کر لیے گئے۔ سیاسی کارکنوں، قوم پرستوں، وکیلوں، اور صحافیوں کی جبری گمشدگیاں بلاروک ٹوک جاری رہیں۔ 2023 کے دوران اس قسم کے 175 کیسز مختلف اضلاع سے رپورٹ ہوئے۔ ایک اور واقعے میں، سکرنڈ کے قریب ایک گاؤں میں سیکیورٹی فورسز کی ایک ماورائے عدالت کارروائی میں کم از کم چار افراد ہلاک اور نو زخمی ہوئے۔

سندھ میں کمزور طبقوں کے حقوق کی پامالی میں بھی اضافہ ہوا؛ 'غیر قانونی' غیر ملکیوں کو ملک بدر کرنے کے وفاقی حکومت کے حکم نامے کے بعد، بیسیوں افغان مہاجرین اور تارکین وطن افغانوں کو گرفتار کر کے ملک بدر کیا گیا۔ بدقسمتی سے، سندھ میں اِس معاملے پر سول سوسائٹی واضح طور پر بٹی ہوئی تھی جہاں سول سوسائٹی کا ایک بڑا حصہ اِس سرکاری پالیسی کی تائید کر رہا تھا۔ عورتوں اور بچوں پر تشدد کا مسئلہ بدستور موجود رہا۔ 2023 کے دوران بچوں کے ساتھ زیادتی کے کم از کم 546 واقعات رپورٹ ہوئے۔ جہاں تک محنت کشوں کے حقوق کا تعلق ہے تو بے ہنر مزدور کی کم از کم تنخواہ 32000 روپے تک بڑھائی گئی مگر اس پر مؤثر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ مذہبی اقلیتوں، خاص طور پر ہندوؤں اور احمدیوں کی جائے عبادات پر حملوں اور مذہب کی جبری تبدیلی کی اطلاعات بھی موصول ہوتی رہیں جبکہ متاثرہ اقلیتی برادریاں اِن زیادتیوں کے خاتمے کے لیے اکثر احتجاج کرتی نظر آئیں۔

ایک مثبت پیش رفت میں، سندھ لوکل گورنمنٹ ایکٹ میں ترامیم ہوئیں جن کے نتیجے میں میئرز اور میونسپل کارپوریشنوں کے سربراہوں کے اختیارات میں اضافہ ہوا۔ دوسری بڑی ترمیم نے تاریخ میں پہلی دفعہ بلدیاتی کونسلوں میں خواجہ سراؤں کے لیے مخصوص نشستوں کی راہ ہموار کی، اور یوں اس طبقے کی نمائندگی، اہمیت اور حقوق کو تقویت ملی ہے۔ البتہ، ریاست سندھ کے کمزور طبقوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت اور امن وامان کی بحالی کے لیے منظم کوششوں میں مزید تاخیر نہ برتے۔

[پریس ریلیز-لاہور-13 جون 2024]

2023 کے دوران پنجاب میں جمہوری اور بنیادی حقوق کو نظرانداز کیا گیا

ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ کا اجراء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی سالانہ رپورٹ '2023 میں انسانی حقوق کی صورتحال' میں بتایا گیا ہے کہ پنجاب میں سال بھر کے دوران شہری حقوق کی خلاف ورزیاں خطرناک حد تک بڑھ گئیں۔ فعال صوبائی مقننہ کی عدم موجودگی کے باعث پنجاب کے شہری منصفانہ نمائندگی کے حق سے محروم رہے۔ عبوری حکومت بھی مقررہ مدت سے زائد عرصے تک زیرِ اقتدار رہی جو حقیقی جمہوریت کی روح کے خلاف ہے۔

پنجاب میں سیاسی کشمکش بھی عروج پر رہی اور 9 مئی کو پی ٹی آئی کے رہنما عمران خان کی گرفتاری کے بعد اس میں مزید اضافہ دیکھا گیا۔ پرتشدد مظاہروں میں ایک کور کمانڈر کے گھر پر حملہ کیا گیا، لیکن ریاست کی جانب سے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے طاقت کا بے جا استعمال امن عامہ کی بحالی میں کسی بھی طرح مددگار ثابت نہیں ہوا۔ اس کے بجائے، پارٹی کارکنوں اور رہنماؤں کو چھاپوں، غیر قانونی حراستوں اور قلیل مدتی جبری گمشدگیوں کی صورت میں وحشیانہ کریک ڈاؤن کا نشانہ بنایا گیا۔ اختلاف رائے کے خلاف اس طرح کے جابرانہ ہتھکنڈوں نے آزادی اظہار، پرامن اجتماع کی آزادی اور انجمن کی آزادی کے بنیادی حقوق کو

نمایاں طور پر متاثر کیا۔

پنجاب میں پسماندہ طبقات، خاص طور پر خواتین مزید غیر محفوظ ہو گئیں اور 2023 کے دوران صنفی بنیاد پر تشدد مزید بڑھ گیا۔ بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے واقعات بھی جاری رہے اور پاکستان بھر پیش آنے والے واقعات میں سے 75 فیصد کا تعلق پنجاب سے ہے۔ مزید برآں، عقیدے پر مبنی حملوں، خاص طور پر احمدیوں کی عبادت گاہوں پر حملوں میں شدت آئی جو مذہب یا عقیدے کی آزادی کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ یہ سلسلہ ایک دل دہلا دینے والے واقعے پر منتج ہوا جب جڑانوالہ میں مسیحیوں کے گھروں اور گرجا گھروں کو نذرِ آتش کیا گیا۔

ایک خوش آئند خبر یہ تھی کہ لاہور ہائی کورٹ نے بغاوت کے قانون کو بنیادی حقوق کے تحفظ کے خلاف ہونے کی بناء پر ختم کر دیا۔ عدالت نے چائلڈ لیبر کے خاتمے کا بھی حکم دیا اور چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کو قصورواروں کے خلاف مزید سخت اقدامات کرنے کی ہدایت کی۔ تاہم، ریاست نے شہریوں کے معاشی اور سماجی حقوق کے حوالے سے سخت غفلت کا مظاہرہ کیا۔ مثال کے طور پر، تیزی سے بڑھتی ہوئی مہنگائی نے کسانوں اور مزدوروں پر نمایاں معاشی دباؤ ڈالا، جس پر عوام نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا اور بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے کیے۔ صحت عامہ سے متعلق بھی کئی بحران پیدا ہوئے اور خسرہ اور ڈینگی کی وباء نے شہریوں کی ایک بڑی تعداد کو متاثر کیا۔ علاوہ ازیں، مختلف اضلاع میں ہوا کے معیار کی سطح انتہائی خطرناک نکتے پر پہنچ گئی۔ ایچ آر سی پی اس بات پر زور دیتا ہے کہ ریاست کو پنجاب میں شہریوں، خاص طور پر پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کے حقوق کے تحفظ کے لیے بلا تاخیر فیصلہ کن اقدامات کرنے چاہئیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 14 جون 2024]

پارلیمان بنیاد پرستی اور بلوائی تشدد کے خاتمے کے لیے متفقہ عزم کا اظہار کرے: ایچ آر سی پی

سوات میں قرآنِ پاک کی بے حرمتی کے الزام پر چالیس سالہ شخص کی ہجوم کے ہاتھوں پُرتشدد ہلاکت کے بعد ایچ آر سی پی نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اِس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لیے فوری طور پر سخت کارروائی عمل میں لائے۔ اِطلاعات کے مطابق، مقتول نے پولیس کی تحویل میں قرآنِ پاک کی بے حرمتی کے الزام کی تردید کی تھی۔ جس بربریت سے مقتول کو مارا گیا، ہجوم کی جانب سے خودساختہ پارسائی کا متشدد اظہار، اور ایک ماہ سے کم عرصے میں اس طرح کے دو واقعات (سرگودھا میں نذیر مسیح کی ہلاکت کے بعد) کا پیش آنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ ریاست نے عقیدے کے نام پر بلوائی تشدد کے معاملات میں جان بوجھ کر یا دیگر وجوہات کے باعث اپنی عملداری پر سمجھوتہ کر لیا ہے۔

اِس قسم کے واقعات اب صرف بعض بُرے قوانین کا معاملہ نہیں رہا جنہیں توہینِ مذہب کے نام پر آسانی سے بطور ہتھیار استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ، یہ کئی عشروں سے انتہائی دائیں بازو کے گروہوں اور شدت پسندی کے آگے گھٹنے ٹیکنے اور اُن کی آبیاری کرنے کی پالیسی کا براہ راست نتیجہ ہیں۔ ریاست اِس جرم میں براہ راست شریک ہے: اس نے عقیدے کے نام پر تشدد کرنے والے لوگوں کو کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے اور اس طرح کے واقعات کی صورت میں جہاں فیصلہ کن کارروائی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں راہِ فرار اختیار کر لیتی ہے۔

نہ ہی ہجوم کے ہاتھوں ہونے والے قتل اب عقیدے کے نام پر تشدد تک محدود ہیں۔ مارچ سے اب تک کراچی میں کم از کم تین واقعات میں، متاثرہ ہجوم نے مشتبہ مجرموں کو پکڑ کر تشدد کر کے جان سے مار ڈالا ہے۔ یہ حالات امن وامان میں بگاڑ، فوجداری نظامِ انصاف پر عوام کی شدید بداعتمادی اور معاشی وسماجی حالات سے مایوسی کی نشاندہی کرتے ہیں۔

قانون ہاتھ میں لینے کی عام روش کی تحقیقات کرنے کے لیے قومی اسمبلی کی کمیٹی بنانے کی تجویز پر ایوان میں غور و فکر نہ ہونا افسوس کا مقام ہے۔ یہ تجویز دوبارہ ایوان میں پیش کی جائے اور اس مسئلے کے حل کے لیے فوری طور پر کمیٹی تشکیل دی جائے۔ اب اس مرحلے پر اگر پارلیمان بنیاد پرستی، نفرت انگیز مواد اور عقیدے کے نام پر تشدد کے خلاف، تمام سیاسی وابستگیوں اور نظریات سے بالاتر ہو کر، اپنے پختہ عزم کا اظہار کرے تب ہی ہم اس مسئلے سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ اس حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل کا کمزور کردار بھی ایچ آر سی پی کے مشاہدے میں آیا ہے۔ کونسل سے مطالبہ ہے کہ وہ سماج میں عقیدے کے نام پر قانون ہاتھ میں لینے کے رجحان کے خاتمے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 22 جون 2024]

ایچ آر سی پی کی قومی گول میز کانفرنس نے قومی فائر وال کی تنصیب اور بڑھتی ہوئی سنسرشپ کے خدشات پر اظہارِ تشویش جبکہ پنجاب ہتک عزت قانون ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے

آج ایچ آر سی پی کی منعقد کردہ قومی گول میز کانفرنس میں صحافیوں، ڈیجیٹل حقوق کے ماہرین اور سول سوسائٹی کے نمائندوں نے ریاست سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ملک میں شہری آزادیوں اور جمہوریت کی بگڑتی صورتِ حال پر توجہ دے۔

قانون و پالیسی امور کے ماہر محمد آفتاب عالم نے حال ہی میں منظور ہونے والے پنجاب ہتک عزت قانون 2024 کے بنیادی نکات پر اظہار خیال کیا۔ 'نشریات'، 'اخبار'، اور 'صحافی' جیسی کلیدی اصطلاحات کی تعریف میں بنیادی تبدیلیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے انہوں نے اِس قانون کے تحت متوازی عدالتی نظام کی تشکیل اور بارِ ثبوت ملزمان پر تھوپنے کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

صحافی اور محقق عدنان رحمت کا کہنا تھا کہ قانون سیاسی وریاستی اشرافیہ کو عام شہریوں سے بالاتر قرار دیتا جبکہ امتیازی سلوک کو قانونی ڈھال فراہم کرتا ہے۔ ایچ آر سی پی کے کونسل رکن فرحت اللہ بابر نے کہا کہ یہ قانون ریاست اور سماج کو غیر ضروری طاقت سے نوازنے کا ایک اور نیا حربہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ حق معلومات جیسے قوانین کی اہمیت ختم کرنے کے مترادف ہے۔

میڈیا میٹرز فار ڈیموکریسی (ایم ایم ایف ڈی) کی شریک بانی صدف خان نے قومی فائر وال کی تنصیف کے سرکاری منصوبوں کے بارے میں پائی جانے والی قیاس آرائیوں پر گفتگو کی اور کہا کہ اِس سے انٹرنیٹ پر سرگرمیوں کی کڑی نگرانی ہوگی اور نتیجتاً سنسرشپ کا دائرہ وسیع ہوگا۔ اُن کا کہنا تھا کہ یہ غیر معقول منصوبہ ہے جس سے خوف اور بداعتمادی کی فضا پیدا ہوئی ہے۔ ایم ایم ایف ڈی کے بانی اسد بیگ نے اِسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اس طرح کا اقدام آزاد پیشہ ورملازمت اور آن لائن تجارت پر شدید منفی اثرات مرتب کرے گا۔

ماہر تعلیم اور صحافی توصیف احمد خان نے ذرائع ابلاغ پر پابندیوں کی تاریخ کا سراغ لگایا اور مسئلے کے حل

کے لیے لائحہ عمل پیش کیا۔ پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے صدر افضل بٹ نے کہا کہ کشمیر اور غزہ پر مواد بلاک کرنے پر سول سوسائٹی سوشل میڈیا کو جوابدہ ٹھہرائے۔ سابق سینیٹر افراسیاب خٹک کا کہنا تھا کہ ان معاملات میں مسلسل مداخلت کرنے کی پاداش میں اسٹیبلشمنٹ کا محاسبہ کیا جائے۔ سینیئر صحافی سہیل سانگی نے کہا کہ ذرائع ابلاغ سے جُڑے لوگوں کے کام کے حالات اور صحافت کی آزادی کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

شرکاء نے پنجاب ہتک عزت قانون کی فی الفور منسوخی کی سفارش کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ 'ڈیجیٹل حقوق کو دستور کا حصہ بنایا جائے'۔ الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے قانون 2016 میں ترمیم پر بحث بھی دوبارہ شروع کی جائے۔ مزید برآں، جبری گمشدگیوں جنہیں اکثر اختلافی آراء کو دبانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، کو جرم قرار دینے کے لیے قانون منظور کیا جائے۔

ایچ آر سی پی کی شریک چیئر منیزے جہانگیر کی رائے تھی کہ صحافیوں، وکیلوں اور کارکنوں کو یکجا ہو کر پارلیمان کے سامنے اپنے مطالبات رکھنے چاہییں۔ ایچ آر سی پی اسلام آباد چیپٹر کی وائس چیئر نسرین اظہر نے اس سے اظہارِ اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ آن لائن گمراکن معلومات کے مقابلے کے لیے سول سوسائٹی کے کارکنوں کو پہلے سے زیادہ منظّم ہونے کی ضرورت ہے۔

ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے گول میز کانفرنس کی بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا کہ ملک میں غریب دشمن سیاسی ایجنڈا لایا جا رہا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ 'سیاسی قیادت، بڑے کاروباری اداروں اور ریاستی اسٹیبلشمنٹ کے مابین گٹھ جوڑ صاف نظر آ رہا ہے'۔ اس طرح کے رجعتی ہتھکنڈوں کے مقابلے کے لیے انسانی حقوق کی تمام تحاریک کو متحد ہونا پڑے گا تاکہ مطالبات کا منشور تیار کر کے پارلیمان میں پیش کیا جا سکے۔

[پریس ریلیز۔ اسلام آباد۔ 28 جون 2024]

سوشل میڈیا پر عورت دشمن ویڈیوز کی تشہیر قابلِ مذمت ہے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے سوشل میڈیا پر پوسٹ ہونے والی کچھ ویڈیوز کی شدید مذمت کی ہے جن میں دائیں بازو کے بعض مُلّا والدین سے یہ کہہ کر اپنی لڑکیوں کو اسکول سے نکالنے کی اپیل کر رہے ہیں کہ اسکول کی تعلیم سے 'فحاشی' کو فروغ ملتا ہے۔ ایک اور ویڈیو میں کچھ مُلّا انہی وجوہات پر کہہ رہے ہیں کہ عورتوں کا موبائل فون استعمال کرنا قابلِ مذمت ہے۔ اِن ویڈیوز میں استعمال کی گئی زبان نہ صرف توہین آمیز بلکہ انتہائی غیر مہذب ہے اور اس سے تشدد کو ہوا ملنے کا قوّی امکان ہے

سماج میں راسخ اس طرح کے عورت دشمن خیالات کی نفی کرنے میں ذرہ بھر تاخیر نہ کی جائے۔ ایک ایسے وقت میں کہ جب اندازاً ایک کروڑ بیس لاکھ لڑکیاں اسکول نہیں جاتیں، عورتوں کی نقل وحرکت پر وسیع تر ثقافتی پابندیاں لاگو ہیں اور عورتوں ولڑکیوں پر تشدد کی شرح تشویش ناک حد تک زیادہ ہے، پاکستان عورتوں کے خلاف توہین آمیز اور نفرت بھری آراء کے پرچار کو برداشت کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

ریاست اس طرح کے بیانیے کو فی الفور رَد کرنے کے لیے مفادِ عامہ کے مُدلّل اور ٹھوس پیغامات جاری کرے جن میں لڑکیوں کے حقِ تعلیم جو کہ آرٹیکل 25 الف کے تحت اُن کا دستوری حق بھی ہے، اور عام طور پر عورتوں کے ڈیجیٹل حقوق کے احترام کا درس دیا جائے۔

[پریس ریلیز۔ اسلام آباد۔ 29 جون 2024]

ایچ آر سی پی کے ٹویٹس

4 جون: ایچ آر سی پی پیشہ ورانہ صحت اور حادثات سے بچاؤ کے انتظامات کی کمی کی شدید مذمت کرتا ہے جس کی وجہ سے کوئٹہ کے نزدیک کوئلے کی کان میں زہریلی گیس سے کم از کم 11 افراد ہلاک اور نو زخمی ہوئے ہیں۔ اگرچہ کان بند کر دی گئی اور تحقیقات کا حکم جاری ہوگیا ہے مگر ہم ریاست کو یاد دہانی کرانا چاہتے ہیں کہ اس قسم کے حادثات کے تسلسل کو اب مزید نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ بلوچستان میں کوئلے کی کانوں میں حقوق کی پامالیوں پر ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ: جو کہ یہاں دستیاب ہے:

http://tinyurl.com/m7s35sa5

میں بھی نشاندہی ہوئی ہے، کان کنی کی غیر مؤثر ٹیکنالوجی، مناسب حفاظتی آلات کی کمی، اور باقاعدگی کے ساتھ کانوں کی انسپکشن نہ ہونے جیسے مسائل پر قابو پایا جائے تاکہ خطرناک قسم کے پیشوں میں حادثات سے بچا جا سکے۔

9 جون: ایچ آر سی پی انسانی حقوق کی کارکن ماہ رنگ بلوچ اور بلوچ یکجہتی کمیٹی کے دیگر اراکین کے خلاف 'ریاست مخالف' سرگرمی کے الزامات کے تحت مقدمے کے اندراج کی شدید مذمت کرتا ہے۔ ڈاکٹر بلوچ اور ان کے ساتھی جبری گمشدگیوں کے خلاف اور اپنی سرزمین اور وسائل کی تقسیم کے فیصلوں میں بلوچ عوام کی شمولیت کے لیے کئی برسوں سے پُرامن احتجاج کر رہے ہیں۔ ایچ آر سی پی یہ مطالبہ کرتا ہے کہ یہ مقدمہ فی الفور خارج کیا جائے اور انسانی حقوق کے بلوچ کارکنوں کو کوئٹہ پریس کلب سمیت تمام مقامات پر پُرامن اجتماع کا حق استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔

10 جون: ایچ آر سی پی 8 جون کو منڈی بہاؤالدین کے علاقے سعداللہ پور میں احمدی برادری کے دو افراد کی ٹارگٹ کلنگ کی شدید مذمت کرتا ہے۔ یہ بات خاص طور پر تشویشناک ہے کہ اس حملے کا ملزم مقامی مدرسے کا ایک نوعمر طالب علم تھا، جس کا مبینہ طور پر کہنا ہے کہ اس نے عقیدے پر مبنی وجوہات کی بناء پر یہ قدم اٹھایا ہے۔ احمدی برادری نے بارہا نشاندہی کی ہے کہ انتہا پسندانہ بیانات مقامی نوجوانوں کو بنیاد پرست بنا رہے ہیں، لیکن افسوس کی بات یہ کہ ان کے خدشات کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ ریاست کو مبینہ مجرم کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنی چاہیے اور نفرت انگیز تقریر سمیت عقیدے کی بنیاد پر تشدد کو ہوا دینے کے ذمہ داروں کا محاسبہ کرنا چاہیے۔

11 جون: ایچ آر سی پی کو سندھ کے لیبر قوانین کو مجوزہ لیبر کوڈ کے ساتھ یکجا کرنے پر تشویش ہے۔ ایسا کرنے سے ان کنٹریکٹ ملازمین کی بھرتی کو قانونی تحفظ مل جائے گا جنہیں ان کے کام کی نوعیت کے پیشِ نظر مستقل ملازمین کے طور پر کام کرنا چاہیے۔ کنٹریکٹ سسٹم نہ صرف آجر کی ذمہ داری کو کم کرتا ہے بلکہ یہ ملازمین کے روزگار کے تحفظ اور سماجی تحفظ کے حق کے بھی منافی ہے۔ اجتماعی سودے بازی کے حق کا بھی ہر قیمت پر تحفظ کیا جانا چاہیے۔ ہم صوبے بھر کے تمام مزدوروں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے حکومت سندھ سے فوری طور پر مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایسے کسی بھی اقدام کو روکے جو مزدوروں کے حقوق کی خلاف ورزی کا باعث بن سکتے ہوں۔ مجوزہ لیبر کوڈ کو لیبر قوانین کے ساتھ یکجا کرنے کا عمل مکمل شفافیت کے ساتھ اور لیبر سے متعلق تمام فریقین کے اتفاق رائے سے انجام دیا جانا چاہیے، نیز ہر قسم کی قانون سازی اور پالیسی سازی میں مزدوروں کے حقوق اور فلاح و بہبود کو ترجیح دی جانی چاہیے۔

15 جون: آزادیوں کی صورت حال پر ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ کا اجراء 16 اگست 2023 کو پنجاب کے علاقے جڑانوالا میں سینکڑوں لوگوں پر مشتمل ہجوم نے ایک مسیحی شخص کے خلاف مذہب کی بے حرمتی کی افواہوں اور الزامات سے مشتعل ہو کر لگ بھگ 24 گرجا گھروں کو جلایا اور لُوٹا۔ انسانی حقوق کے کئی ماہرین کی نظر میں، یہ واقعہ پاکستان میں مذہب یا عقیدے کی آزادی (ایف او آر بی) کی

تاریخ میں اہم موڑ ثابت ہوا ہے جس نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ مذہب کے نام پر تشدد اب ہمارے سماج میں معمول کا حصہ بن چکا ہے۔ ایچ آر سی پی کی رپورٹ 'نفرت انگیزی کا کلچر' جس کی مصنف رابعہ محمود ہیں، سانحہ جڑانوالہ سے قبل ایک سال کے دوران (جون 2022 سے جولائی 2023 تک) مذہبی اقلیتوں اور اقلیتی فرقوں کے خلاف تشدد اور امتیازی سلوک کی دستاویزی شہادت دیتی ہے اور اُن عناصر کی نشاندہی بھی کرتی ہے جو اس قسم کے حملوں کا سبب بنتے ہیں۔ مرکزی سیاسی جماعتوں کی طرف سے 'مذہبی' کارڈ کا استعمال؛ انتہائی دائیں بازو کی جماعت ٹی ایل پی کا ظہور اور بطورِ سیاسی جماعت اس کی باضابطہ تشکیل؛ قانونی برادری کے کچھ حصوں کی طرف سے انتہائی دائیں بازو کی نفرت انگیز مبالغہ آرائی کا فروغ؛ اور امن و امان برقرار رکھنے کے نام پر مذہب سے متعلقہ جرائم کے الزامات میں لوگوں کو گرفتار کرنے کی ریاستی پالیسی۔ نتیجہ؟ غریب ہندو اور مسیحی گھرانوں کی نوجوان لڑکیوں کے مذہب کی جبری تبدیلی کی لگاتار اطلاعات۔ مذہب کی بے حرمتی کے الزام پر مشتعل ہجوم کے ہاتھوں کم از کم دو افراد کی پُرتشدد ہلاکت جن میں سے ایک کو پولیس اسٹیشن میں جبکہ دوسرے کو ایک سیاسی ریلی کے دوران مارا گیا۔ جماعتِ احمدیہ کی کم از کم نو عبادت گاہوں کی توڑ پھوڑ۔ مذہب کی آن لائن بے حرمتی کے الزام پر لوگوں کی گرفتاریوں میں اضافہ۔ جماعتِ احمدیہ، مسیحی، سکھ اور اسلام سے تعلق رکھنے والے کم از کم سات افراد کا عقیدے کی بنیاد پر قتل۔ خیبر پختونخوا کے علاقے کُرم میں بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ کشیدگی۔ اگرچہ ایچ آر سی پی کی رپورٹ میں بڑے تکلیف دہ حالات واقعات کا ذکر ہے، تاہم اس میں یہ واضح پیغام دیا گیا ہے کہ ریاست کو ایف او آر بی سے متعلق اپنی عالمی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے فوری اقدامات کرنا پڑیں گے اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق سے متعلق عدالتِ عظمٰی کے 2014 کے فیصلے پر عملدرآمد کرنا ہوگا۔

20 جون: ایچ آر سی پی کو یہ جان کر شدید صدمہ پہنچا ہے کہ صحافی اور لنڈی کوتل پریس کلب کے سابق صدر خلیل جبران کو ان کے گھر کے قریب نامعلوم مسلح حملہ آوروں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ خیبر نیوز کے ساتھ منسلک اور ایچ آر سی پی کے لیے رضا کار کے طور پر کام کرنے والے خلیل جبران خطے میں عسکریت پسندی کے بارے میں کئی سال سے رپورٹنگ کر رہے تھے اور اسی بناء پر انہیں جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی ملی تھیں۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ پاکستان میں ایسے واقعات عام ہو چکے ہیں اور سیاسی طور پر حساس علاقوں میں رپورٹنگ کرنے والے صحافیوں اور میڈیا کے افراد کو بہت کم سکیورٹی فراہم کی جاتی ہے۔ ایچ آر سی پی مطالبہ کرتا ہے کہ خلیل جبران کے قتل کی فوری تحقیقات کی جائے اور ملزموں کا احتساب کیا جائے۔ نیز، پریس کو اپنی جان کے خوف کے بغیر کام کرنے کا اختیار دیا جائے۔

20 جون: ایچ آر سی پی مزدوروں کے حقوق کے سرگرم کارکن کرامت علی کے انتقال پر گہرے رنج کا اظہار کرتا ہے۔ انہوں نے پاکستان اور جنوبی ایشیائی خطے میں مزدوروں کے حقوق کے لیے بے مثال خدمات انجام دیں۔ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف لیبر ایجوکیشن اینڈ ریسرچ کے بانی رکن کرامت علی نے کئی دہائیوں تک گروی مزدوروں، مہاجر مزدوروں، کسانوں اور صنعتی مزدوروں کے حقوق کے لیے انتھک جدوجہد کی۔ وہ مزدوروں کے اجتماعی سودے بازی اور سوشل سکیورٹی کے حق کے زبردست حامی تھے۔ اپنے ابتدائی دنوں میں ایک مزدور رہنما کے طور پر، وہ اس تصور کے لیے پرعزم رہے کہ ٹریڈ یونینوں کو تعلیم اور تربیت سے آراستہ کیا جانا چاہیے تاکہ وہ مؤثر طور پر کام کر سکیں۔ کرامت علی پاکستان-انڈیا پیپلز فورم فار پیس اینڈ ڈیموکریسی اور ساؤتھ ایشیا لیبر فورم میں بھی ایک جانی پہچانی اور انتہائی قابل احترام شخصیت تھے۔ ہم ان کے خاندان، دوستوں اور ساتھیوں سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

26 جون: تشدد کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر ایچ آر سی پی ریاست سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حراستی تشدد کے واقعات کی اطلاع دینے اور ان سے نمٹنے کے لیے ضروری طریق ہائے کار تشکیل دیتے ہوئے انسدادِ تشدد کے قوانین پر عمل درآمد کرے اور اس مقصد کے لیے مناسب مالی، انسانی اور تکنیکی وسائل مختص کرے۔ نومبر 2022 میں تشدد اور زیرِ حراست موت (روک تھام اور سزا) ایکٹ کی منظوری، جس کا تجزیہ ہمارے لیجسلیشن واچ سیل سیریز میں یہاں کیا گیا ہے:

https://tinyurl.com/2hchhsz8

قانون کی حکمرانی کو برقرار رکھنے کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ اس ایکٹ میں تشدد کی تعریف بیان کی گئی ہے اور اسے جرم قرار دیا گیا ہے۔ تاہم، اس تاریخی ایکٹ کا اب تک نفاذ نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کے قواعد وضوابط تشکیل دیے گئے ہیں۔ یہ ریاست کی اپنی شہریوں کے حوالے سے ذمہ داری میں ایک سنگین کوتاہی ہے، جس کی اصلاح ضروری ہے۔ اس طرح کی غیر مناسب تاخیر ان عناصر کی حوصلہ افزائی کرتی ہے جو تشدد کو بلا روک ٹوک اور سزا سے استثنا کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس ایکٹ کو فوری طور پر فعال بنایا جائے اور اس کے قواعد وضوابط اور طریقہ کار تشکیل دیے جائیں۔ مزید برآں، ان سیاسی اور سماجی اصولوں کی اصلاح کے لیے اقدامات کیے جانے چاہئیں جو دانستہ یا نادانستہ طور پر حراستی تشدد کی حمایت کرتے ہیں یا اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو تربیت دی جانی چاہئے اور تشدد سے آزادی کے حق کے بارے میں عوامی آگہی میں اضافہ کیا جانا چاہئے۔ اس طرح کی ترقی پسند قانون سازی صرف اس صورت میں موثر ہو سکتی ہے جب اسے ایک ایسے مضبوط فوجداری نظامِ انصاف کی حمایت حاصل ہو جو دیانتداری اور ہر سطح پر تشدد کے خاتمے کے واضح عزم کے ساتھ کام کرے۔

26 جون: ایچ آر سی پی کو ایدھی فاؤنڈیشن کی ان اطلاعات پر تشویش ہے کہ صرف پچھلے پانچ دنوں میں گرمی کی لہر سے جنم لینے والی بیماریوں کے باعث کراچی میں لگ بھگ 568 افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ شدید موسمیاتی واقعات کے تواتر اور ان کے وسیع تر اثرات نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ پاکستان اب موسمیاتی بحران کو مستقبل بعید کا مسئلہ تصور کر کے اسے مزید نظرانداز کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ وفاقی، صوبائی اور مقامی، تمام سطحوں کی حکومتوں کو اِس صورتِ حال کا فوری نوٹس لینا ہوگا اور مستقبل میں ایسی اموات کی روک تھام کے لیے اقدامات کرنا ہوں گے۔ اس حوالے سے سڑک کنارے خیموں، سایہ دار ٹھنڈے مقامات اور لوگوں کے لیے پینے کے پانی کی فراہمی کا بندوبست بھی کیا جائے۔ مقامی اسپتالوں، کلینک اور فلاحی اداروں کو بھی شدید گرمی کی لہر سے متاثر ہونے والے لوگوں، خاص طور پر دہاڑی دار مزدوروں کے داخلے اور علاج کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ہم حکومتِ سندھ سے یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ وہ مرنے والوں کے اہلِ خانہ کو معاوضہ ادا کرے۔ طویل مدتی حکمتِ عملی کے طور پر، حکومت کم کاربن اور کم حرارت خارج کرنے والی سستی ٹیکنالوجی اور تراکیب پر وسائل صرف کرے اور سر سبز مقامات اور پبلک ٹرانسپورٹ سمیت تمام شعبوں میں انفراسٹرکچر کی تعمیر کے حوالے سے اپنی ترجیحات پر اِس طرح سے نظرثانی کرے کہ اس سے شدید گرمی سے بچاؤ میں مدد مل سکے۔

مجاہد کالونی، سرگودھا میں قرآنِ پاک کی بے حرمتی کے الزامات اور ہجوم کا تشدد

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ کے نتائج اور سفارشات

25 مئی 2024 کو سرگودھا کی مجاہد کالونی میں ایک بڑا ہجوم اکٹھا ہوا اور نذیر (لازار) مسیح اور ان کے بیٹے سلطان مسیح کے گھر پر حملہ کر دیا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے جان بوجھ کر قرآن پاک کے اوراق جلائے تھے۔ اس حوالے سے مبینہ طور پر ایک مقامی مسجد اعلان کیا گیا تھا جس میں تقریباً 2,000 لوگوں کے ہجوم کو نذیر اور سلطان مسیح کے ملحقہ گھروں کے باہر جمع ہونے پر اُکسایا گیا اور مطالبہ کیا گیا تھا کہ انہیں سزائے موت دی جائے۔ ہجوم کی ویڈیوز اور ان کا مطالبہ کچھ ہی دیر بعد سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر وائرل ہو گیا۔ پولیس بالآخر خاندان کے نو افراد کو نکالنے میں کامیاب ہو گئی۔ تاہم نذیر مسیح کو ہجوم نے پکڑ لیا اور شدید مارا پیٹا۔ انہیں تشویشناک حالت میں ہسپتال لے جایا گیا۔ وہ ایک ہفتہ بعد 2 اور 3 جون 2024 کی درمیانی رات کو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے معاملے کی تحقیقات کے لیے 28 مئی 2024 کو ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن بھیجا۔ مشن ماہین پراچہ (اسٹاف ممبر)، اسد جمال (وکیل اور انسانی حقوق کے کارکن)، اور یعقوب بنگش (ماہر تعلیم اور انسانی حقوق کے کارکن) پر مشتمل تھا۔ انہوں نے مسیحی برادری کے مقامی مذہبی رہنماؤں، اور سماجی و سیاسی رہنماؤں، پولیس کے افسران بالا، متاثرہ خاندان کے لوگوں، اور مجاہد کالونی کے کئی باشندوں سے ملاقات کی۔

- مشن کا مقصد واقعے کے حقائق کی چھان بین کرنا تھا۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ کون سے عوامل تھے جن کی وجہ لوگ مشتعل ہوئے، الزامات کیا تھے اور کن لوگوں پر الزامات لگائے گئے تھے، الزامات کی بنیاد کیا تھی، ہجوم کس طرح متحرک ہوا، تشدد کی نوعیت کیا تھی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا ردِعمل کیا تھا۔
- واقعے سے قبل مسیحی برادری پر ہونے والے مظالم کی نوعیت اور مسیحی برادری اور مسلمانوں کے تعلقات کے بارے میں معلوم کرنا۔
- سول انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے کردار کا جائزہ لینا۔ خاص طور پر یہ دیکھنا کہ ستمبر 2023 میں، مریم ٹاؤن، سرگودھا میں مذہبی کشیدگی کے بعد مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے کیا اقدامات کیے گئے تھے۔
- پس پردہ مذہبی اور سیاسی کشیدگیوں کی چھان بین کرنا جو مسیحی برادری کے خلاف تشدد کو ہوا دینے کا موجب ہو سکتی ہیں اور یہ معلوم کرنا کہ ان کشیدگیوں کو ختم کرنے کے لیے حکام نے کیا اقدامات کیے۔
- مسیحی برادری میں عدم تحفظ کے احساس اور ان کی طرف سے کیے گئے اقدامات کا جائزہ لینا۔
- اس پر تشدد واقعے کے بعد مسیحی برادری کی ایف آئی آر کی درخواست کے دوران باضابطہ قانونی کارروائی سے انحراف کے دعووں کی چھان بین۔
- پنجاب حکومت کی طرف سے واقعے کو بظاہر کم اہمیت دینے کی وجوہات کا جائزہ لینا اور یہ دیکھنا کہ اس طرح کی حکمت عملی کس حد تک کامیاب ثابت ہوتی ہے۔

ماحصل

مشن کے خیال میں اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ نذیر مسیح اور سلطان مسیح کے خاندان پر حملہ ٹارگٹ حملہ تھا جس کی بنیادی وجہ ایک ذاتی تنازعہ تھا جسے مذہبی رنگ دیا گیا تا کہ لوگوں کو ساتھ ملایا جا سکے۔

لوگوں کو اشتعال دلانے والے شخص ایوب گوندل اور ٹی ایل پی کے درمیان تعلق کو بہت سنجیدہ لینے کی ضرورت ہے کیونکہ ماضی میں ایچ آر سی پی کے مشاہدے کے مطابق، مذہبی اقلیتوں کے لوگوں پر الزامات اور حملے کے لیے لوگوں کو اکسانے کے لیے ٹی ایل پی کے حامیوں نے اس طرح کا کردار ادا کیا تھا۔

اس سازباز سے ہٹ کر بھی دیکھیں تو ایچ آر سی پی کے پاس یہ یقین کرنے کی وجہ موجود ہے کہ بین العقائد تعلقات بظاہر کتنے ہی خوشگوار کیوں نہ ہوں، غیر مذہبی نوعیت تنازعات کی صورت میں معاشرے میں پائے جانے والے تعصب سے شدید متاثر ہوتے ہیں، اور پھر یہ تنازعات اکثر توہین مذہب کے الزامات کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر تشدد کا برملا مظاہرہ نہ بھی ہو مگر معاشرتی نفرت واضح نظر آتی ہے۔

اگرچہ مشن متاثرہ خاندان کو علاقے سے باحفاظت نکالنے میں پولیس کے کردار کو سراہتا ہے مگر اس سے وہ ایک غیر محفوظ معمر شخص کو ہجوم کے تشدد سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری سے بری الذمہ قرار نہیں ہو جاتی۔ ایچ آر سی پی کو اب توقع ہے کہ حملے میں ملوث تمام مجرموں پر مقدمہ دائر کیا جائے گا، ان کا ٹرائل ہو گا اور انہیں سزا دی جائے گی۔

مشن نے یہ مشاہدہ بھی کیا کہ پولیس یہ سمجھنے سے قاصر رہی کہ توہین مذہب کے الزام سے متعلق انہیں جو 15 کال ہوئی تھی اس سے مجاہد کالونی کے باشندوں کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔

آخر میں، یہ افسوسناک حقیقت بھی مشن کے مشاہدے میں آئی ہے کہ پنجاب حکومت نے واقعے سے متعلق ذرائع ابلاغ کی خبروں کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے واقعے کو دبانے کی کوشش کی اور سرگودھا میں مسیحی برادری سے اس معاملے پر بامعنی مشاورت کرنے سے گریز کیا۔ واقعے کو محض ایک عام جھگڑا تصور کر کے متاثرین کے گھروں کی 'مرمت' پر اکتفا کرنے سے کہیں بہتر تھا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب واقعے کی برملا مذمت کرتیں۔ یہ مسیحی برادری کے حق میں بہت بہتر تھا۔

سفارشات

- بلوائی حملے میں شریک ہونے اور نذیر مسیح کی موت کے ذمہ داروں کو گرفتار کیا جائے، ان سے پوچھ گچھ کی جائے اور ان کے خلاف مقدمات چلا کر سزائیں دی جائیں۔ کسی سے بھی نرمی نہ برتی جائے۔
- پولیس اور صوبائی حکومت کی ضلعی، علاقائی اور صوبائی قیادت تحقیقات پر ہونے والی پیش رفت سے آگاہ کرے اور بتائے کہ مستقبل میں ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے انہوں نے اب تک کیا اقدامات کیے ہیں۔ تحقیقات یا مقدمہ سازی کو متاثر کیے بغیر فوری طور پر اس قسم کے ضروری اقدامات کیے جائیں جن سے ملک کی مسیحی برادری کا اعتماد بحال ہو کیونکہ ان کے اعتماد کی بحالی بہت ضروری ہے۔
- ہر قسم کے نفرت انگیز مواد کی روک تھام کے لیے منظم کوششیں کی جائیں، خاص طور پر سوشل میڈیا یا اور لاؤڈ اسپیکرز کے ذریعے پھیلائے گئے نفرت انگیز مواد کے خلاف۔
- اُن سیاسی جماعتوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے جو سیاسی مقاصد کے لیے توہین مذہب کے الزامات استعمال کرتی ہیں۔
- پولیس کو اس قسم کے واقعات پر بروقت ردِعمل دینے کے لیے بہتری لانا ہو گی اور پولیس کو ایسے واقعات سے نمٹنے کے لیے تمام ضروری سازوسامان اور اختیارات دیے جائیں۔ موقع پر موجود پولیس افسران کو مذہبی اقلیتوں کے خلاف توہین مذہب کی شکایات سے جڑے خطرات کے حوالے سے حساس ہونا چاہیے۔
- مذہبی اقلیتوں کے حقوق پر عدالتِ عظمیٰ کے 2014 کے فیصلے پر مکمل عملدرآمد کیا جائے۔
- حکومت متاثرہ گھرانوں کی جسمانی و معاشی بہبود کو یقینی بنائے اور ان کی بحالی نو کے لیے فوری اقدامات کرے۔
- قومی، صوبائی، ضلعی اور مقامی سطحوں پر بین العقائد ہم آہنگی پر ٹھوس کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام سرکاری و غیر سرکاری، دونوں سطحوں پر ہونا چاہیے تا کہ بین العقائد ہم آہنگی کو فروغ ملے اور مذہب کا غلط استعمال بند ہو۔

توہین مذہب کے قوانین کا غلط استعمال روکنے کے لیے ان میں ترامیم کی جائیں، خاص طور پر غلط الزامات لگانے والے شکایات دہندگان کے لیے سزا تجویز کی جائے۔

محبِ وطن پاکستانی احمدیوں کو عبادات سے روکنا انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے

پاکستان میں بالعموم اور پنجاب میں تقریباً ہر ضلع میں احمدیوں کو شر پسند عناصر کے ساتھ ساتھ قانون نافذ کرنے والے اہلکار احمدیوں کو ہراساں کر رہے ہیں۔

عید سے ایک روز قبل پنجاب میں پولیس نے مزید 7 احمدیوں کو بکروں سمیت حراست میں لے لیا۔

چاردیواری میں بھی مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہ دے کر سپریم کورٹ کے فیصلہ کی واضح خلاف ورزی کی جارہی ہے۔

عید الاضحیٰ کے موقع پر احمدیوں کو قربانی کرنے سے زبردستی روکنے، احمدیوں کو ہراساں کرنے اور سرکاری انتظامیہ کی جانب سے ماورائے قانون اقدامات قابل افسوس اور شرمناک ہیں۔ سرکاری انتظامیہ کی جانب سے بلا جواز احمدیوں کی نظر بندی، زبردستی شورٹی بانڈز لینے اور قربانی کرنے سے روکنے کے اقدامات آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 اور جسٹس منصور علی شاہ صاحب اور جسٹس امین الدین خان صاحب پر مشتمل سپریم کورٹ کے دورکنی بینچ کے 12 جنوری 2022 کو دیے گئے فیصلے کی واضح خلاف ورزی ہیں۔ سپریم کورٹ نے 2021 / Cr1.P.916-L میں قرار دیا تھا کہ احمدی اپنی چاردیواری کے اندر اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی رکھتے ہیں۔ تاہم اس سال احمدیوں کو قربانی کرنے سے روکنے کے واقعات میں گذشتہ سال کی نسبت زیادہ شدت محسوس کی گئی۔

16 جون کو مزید 7 احمدیوں کو بکروں سمیت پولیس نے حراست میں لیا ہے۔ ندیم آباد ڈسکہ سیالکوٹ میں ایک احمدی اور کھوکھر کی، ضلع گوجرانوالہ میں ایک احمدی، نیز تھانہ موترہ ضلع سیالکوٹ میں پانچ احمدیوں کو بکروں سمیت پولیس نے حراست میں لے لیا۔ پولیس کے یہ اقدامات سراسر غیر قانونی ہیں۔ ریلوے کالونی لاہور میں پولیس ایک احمدی کے گھر میں زبردستی داخل ہوئی اور ان کے اہل خانہ کو روایتی انداز میں ہراساں کیا۔ لودھی ننگل فیصل آباد میں پولیس ایک احمدی کے گھر زبردستی داخل ہوئی اور بکرے سمیت اسے حراست میں لے کر پولیس چوکی لے گئی اور وہاں اس احمدی کو مجبور کیا گیا کہ وہ 50 ہزا کا بکرا 25 ہزار میں انتہا پسندوں کو فروخت کرے۔ اس میں سے بھی 6000 پولیس اہلکاروں نے خود رکھ لئے۔ گوجرانوالہ میں ایک احمدی کے گھر میں 2 ماہ کا بکرا تھا جو انہوں نے پالنے کی غرض سے رکھا تھا اس احمدی کو بکرے سمیت پولیس نے تحویل میں لے لیا۔ قبل ازیں چکوال میں ڈپٹی کمشنر نے بلا جواز 3 احمدیوں کے ایک ماہ کے لئے نظر بندی کے احکامات جاری کئے تھے۔ گذشتہ روز سیالکوٹ میں ایک احمدی کو 7 یوم کے لئے نظر بند کیا گیا ہے۔

اسسٹنٹ کمشنر قائد آباد نے گذشتہ سال ہوم ڈیپارٹمنٹ پنجاب کے خط کی بنیاد پر اس سال احمدیوں کے قربانی کرنے پر پابندی عائد کر دی ہے، نیز آزاد کشمیر میں سب ڈویژنل مجسٹریٹ میر پور کی جانب سے سرکاری حکم نامہ جاری کیا گیا ہے کہ عید کے تین روز احمدی کسی قسم کا ذبیحہ یا قربانی وغیرہ نہیں کریں گے۔ اسی طرح کا حکم نامہ سب ڈویژنل مجسٹریٹ کوٹلی کا حکم نامہ جاری کیا گیا ہے جس میں یہ بھی درج ہے کہ احمدیوں پر عید الاضحیٰ کے دوران جانوروں کی قربانی / ذبح اور گوشت تقسیم کرنے پر پابندی ہے۔

انتہا پسندوں کے دباؤ پر پنجاب پولیس عید قربان کے موقع پر احمدیوں کو مسلسل ہراساں کر رہی ہے اور محبّ وطن اور پر امن احمدیوں پر دباو ڈال رہی ہے کہ وہ نہ تو نماز عید ادا کریں اور نہ ہی چاردیواری کے اندر قربانی کا فریضہ ادا کریں۔ مختلف اضلاع میں احمدیوں کو تھانوں میں بلا کر دھمکایا جارہا ہے کہ اگر انہوں نے چاردیواری کے اندر بھی قربانی کی تو تحریکِ لبیک کے شر پسند عناصر نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لہذا احمدی اپنی سلامتی کی خاطر نماز اور قربانی کا فرض ادا نہ کریں۔

عید قربان کے موقع پر احمدیوں کے خلاف تشدد کے واقعات کے امکان پر مبنی ایک تھریٹ الرٹ سرکاری اداروں کی جانب سے جاری ہونے کے بارے میں بھی معلوم ہوا ہے۔ قانون کے مطابق احمدی اپنی چاردیواری میں مذہب پر عمل کرنے کا مکمل حق رکھتے ہیں۔ پولیس اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے انہیں تحفظ فراہم کرے۔ اس وقت پاکستان بھر میں احمدی عید کے پرمسرت موقع پر عدم تحفظ محسوس کر رہے ہیں اور انہیں اپنی جان و مال کے تحفظ کے حوالے سے سنگین خدشات ہیں کیونکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے سپریم کورٹ کے احکامات کی تعمیل کی بجائے مذہبی انتہا پسندوں کی خوشنودی کو ترجیح دے رہے ہیں۔

ترجمان جماعت احمدیہ عامر محمود نے کہا ہے کہ مذہب کے مقدس نام کو استعمال کرتے ہوئے انتہا پسند عناصر اور ان کی پشت پناہ پولیس کی جانب سے احمدیوں کے انسانی حقوق کی پامالی کے واقعات وطن عزیز کی جگ ہنسائی کا موجب بن رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ شرارت کرنے والی متعصّبانہ سوچ کو مسترد کیا جائے۔ ترجمان نے مطالبہ کیا کہ حراست میں لئے گئے احمدیوں کو فوری رہا کیا جائے اور احمدیوں کی مذہبی آزادی کو یقینی بنانے کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔

(عامر محمود)

انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ رپورٹ کا خلاصہ (اپریل 2023 سے مارچ 2024 تک)

ایچ آر سی پی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے اعداد و شمار کو اکٹھا کرنے، ان کی درجہ بندی کرنے اور انہیں آن لائن کرنے کے لیے 15 اخبارات اور خبروں کی دو ویب سائٹس کی نگرانی کرتا ہے۔ ذیل میں اپریل 2023 سے مارچ 2024 تک کے عرصے میں انسانی حقوق کی پامالیوں سے متعلق بنیادی معلومات فراہم کی جاتی ہے۔

- اطلاعات کے مطابق، عدالتوں نے تین عورتوں سمیت 183 افراد کو سزائے موت سنائی۔
- پولیس کی ماورائے قانون کارروائیوں کے 164 کیسز رپورٹ ہوئے جن میں 35 کیسز زیر حراست ہلاکت، 29 کیسز جسمانی بدسلوکی اور 14 کیسز زیر حراست تشدد کے تھے۔
- 476 پولیس مقابلے رپورٹ ہوئے جن میں 727 افراد کو نشانہ بنایا گیا۔
- عورتوں پر گھریلو تشدد کے 244 کیسز تھے۔
- عزت کے نام پر جرائم کے متاثرین کی تعداد 1,331 تھی۔
- آن لائن ہراسانی کے متاثرین کی تعداد 51 تھی۔
- اجتماعی جنسی تشدد کے 419 متاثرین تھے جن میں 261 عورتیں اور 7 خواجہ سراء شامل تھے۔
- 1,015 افراد کو جنسی زیادتی یا لواطت کا نشانہ بنایا گیا جن میں 632 عورتیں شامل تھیں۔
- 5 عورتوں پر تیزاب پھینکا گیا۔
- 50 لڑکوں اور 39 لڑکیوں سمیت 89 بچوں کو جسمانی سزا کا نشانہ بنایا گیا۔
- اقلیتوں کی جائے عبادات کی بے حرمتی کے 16 واقعات پیش آئے۔
- 31 افراد بلوائی حملوں میں ہلاک ہوئے۔ ایک شخص کو عقیدے کی بنیاد پر مارا گیا۔
- مذہب کی جبری تبدیلی کے 13 واقعات رپورٹ ہوئے
- 2,079 خودکشیاں رپورٹ ہوئیں۔ خودکشی کرنے والوں میں 1,435 مرد، 641 عورتیں اور 3 خواجہ سراء شامل تھے۔

آزاد جموں و کشمیر میں عوامی بے چینی اور ریاستی تشدد

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ کے نتائج اور سفارشات

تعارف

آزاد جموں و کشمیر (اے جے کے) کچھ عرصے سے شدید مہنگائی، یوٹیلیٹی بلوں میں اضافے اور بجلی کی مسلسل بندش سمیت اہم معاشی مشکلات سے دوچار ہے۔ سول سوسائٹی پر مبنی ایک گروپ جسے جموں کشمیر جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی (جے اے اے سی) کہا جاتا ہے، نے ان معاشی مسائل کے خلاف ہونے والے مظاہروں کی قیادت کی اور مقامی وسائل کے حوالے سے زیادہ خود مختاری کا مطالبہ کیا۔

مارچ 2023 سے وقتاً فوقتاً بڑے پیمانے پر مظاہرے ہوئے ہیں اور کشمیری شہری رعائتی بجلی اور آٹے کا مطالبہ کرنے کے لیے سڑکوں پر نکل آئے۔ جے اے اے سی کی قیادت میں، ان مظاہروں نے سیاست دانوں اور بیوروکریٹس کو حاصل غیر ضروری مراعات اور مراعات کے خاتمے کا بھی مطالبہ کیا۔ اس تحریک نے مئی 2024 میں مزید زور پکڑا۔

11 مئی 2024 کو، ہزاروں عام لوگوں نے جے اے اے سی کی کال پر لبیک کہا اور اشرافیہ کے احتساب اور بجلی اور آٹے پر سبسڈی کا مطالبہ کرتے ہوئے دارالحکومت مظفرآباد کی طرف مارچ شروع کیا۔

قانون نافذ کرنے والے اداروں کے بھرپور ردعمل کے باوجود مظاہرین پرعزم رہے۔ یہ مظاہرے بے مثال تھے کیونکہ وہ بے قیادت تھے۔ مظاہرین کا نہ تو کوئی سیاسی ایجنڈا تھا اور نہ ہی وہ کسی سیاسی جماعت کے زیر اثر تھے۔ پرتشدد جھڑپوں اور ہلاکتوں کی اطلاع پہلے سوشل میڈیا پر اور اس کے بعد مرکزی دھارے کے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سامنے آنے پر پورا خطے میں نظام زندگی مفلوج ہو کر رہ گیا۔

تشدد کی پہلی تصدیق شدہ اطلاع سامنے آنے کے فوراً بعد، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے زمینی حقائق کا پتہ لگانے، جاری مظاہروں اور طاقت کے استعمال سے متعلق شواہد اکٹھے کرنے، گندم کے انتظام و انصرام اور بجلی کی فراہمی سے متعلق پالیسیوں کا جائزہ لینے اور آزاد جموں و کشمیر کی حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں بشمول پاکستان رینجرز کے ردعمل کی جانچ پڑتال کے لیے آزاد جموں و کشمیر میں فیکٹ فائنڈنگ مشن بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

اس مشن میں حسین نقی (سینئر صحافی اور ایچ آر سی پی کے خزانچی)، سعدیہ بخاری (ایچ آر سی پی کونسل ممبر)، جلال الدین مغل (صحافی)، رضا تنولی اور افضل ایوب (دونوں ایچ آر سی پی ممبران) شامل تھے۔ یہ مشن 16-17 مئی 2024 کو دارالحکومت مظفرآباد میں منعقد ہوا، جہاں ٹیم نے صحافیوں، سول سوسائٹی اور جے اے اے سی کے نمائندوں، اور وکلاء سے ملاقاتیں کیں۔ ٹیم نے ایک نوجوان لڑکے کے خاندان سے بھی ملاقات کی جو احتجاج کے دوران فائرنگ کے نتیجے میں ہلاک ہو گیا تھا۔ مشن قانون نافذ کرنے والے اداروں یا ضلعی انتظامیہ کے نمائندوں سے بات نہیں کر سکا کیونکہ مشن کے دو دنوں کے دوران وزیر اعظم اور صدر پاکستان بھی مظفرآباد کے دورے پر تھے۔

مشن کے ضوابط کار

اس مشن کے ضوابط کار درج ذیل تھے:

☆ احتجاج سے پہلے اور اس کے دوران ہونے والے واقعات بشمول سماجی و سیاسی سیاق و سباق، بنیادی شکایات اور ان کے حل کی سابقہ کوششوں کا جائزہ لیا جائے۔

☆ احتجاج میں شامل کلیدی فریقین بشمول جے اے اے سی کے نمائندوں، مقامی حکام،
قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں، اور متاثرہ کمیونٹیز کا انٹرویو کیا جائے تاکہ ان کا نقطہ نظر معلوم کیا جا سکے۔

☆ مظاہرین کی طرف سے اجاگر کیے گئے مسائل، خاص طور پر گندم کے آٹے اور بجلی کی قیمتوں کے حوالے سے قانونی اور پالیسی فریم ورک کا جائزہ لیا جائے۔

☆ تنازعہ کی بنیادی وجوہات اور محرکات کا تجزیہ کیا جائے نیز کسی بھی نسلی، مذہبی یا سیاسی
عنصر اور کشیدگی میں مزید اضافہ یا کمی کی صلاحیت کا اندازہ لگایا جائے۔

☆ مظاہروں کے انسانی حقوق سے متعلق مضمرات بشمول پاکستان رینجرز سمیت قانون نافذ کرنے والے اداروں اور سیکیورٹی فورسز کی طرف سے طاقت کے بے جا استعمال کے الزامات؛ پرامن رہنے کے حق، اجتماع اور اظہار رائے کی آزادی اور احتجاج اور اس کے نتیجے میں ہونے والی جھڑپوں کے دوران رپورٹ ہونے والی دیگر حقوق کی خلاف ورزیوں (بشمول زندگی کا حق) کی جانچ کی جائے۔

پس منظر

آزاد جموں و کشمیر میں حالیہ مظاہروں اور اس کے نتیجے میں بدامنی کا ایک سماجی و اقتصادی پس منظر ہے۔ 8 مئی 2023 کو حکومت نے آٹے کی قیمت میں اچانک دوگنا اضافہ کر دیا جس کے خلاف راولاکوٹ میں احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بعد ازاں اگست میں جب بجلی کی قیمتیں بھی دگنی ہو گئیں تو مظفرآباد میں ایک اور تحریک شروع ہوئی۔ چند روز بعد میرپور میں لوگوں نے احتجاج شروع کر دیا۔ اس کے نتیجے میں اگست میں جے اے اے سی کی تشکیل ہوئی۔ اپنی تشکیل کے بعد سے، جے اے اے سی ان مظاہروں میں پیش پیش رہا اور اس نے مقامی وسائل کے حوالے سے زیادہ خود مختاری کے ساتھ ساتھ گندم کے آٹے پر سبسڈی اور بجلی کی قیمتوں میں کمی کا مطالبہ کیا۔

یہ مظاہرے 11 مئی 2024 کو شدت اختیار کر گئے جب ہزاروں کشمیری اسی طرح کی شکایات کے ساتھ سڑکوں پر نکل آئے۔ مذاکرات کے متعدد ادوار کے باوجود حکومت کی یقین دہانیاں کھوکھلی ثابت ہوئیں۔ 11 مئی کو بڑے پیمانے پر احتجاج یعنی شٹر ڈاؤن، پہیہ جام ہڑتال اور آزاد جموں و کشمیر کے مختلف کونوں سے مظفرآباد تک لانگ مارچ کی ڈیڈ لائن دی گئی۔

اس تحریک کا ایک منفرد پہلو یہ ہے کہ یہ بے قیادت رہی ہے۔ موجودہ اور سابق وزرائے اعظم، صدور، وزراء اور قانون ساز اسمبلی کے ارکان خاص طور پر غیر حاضر ہیں، اور وہ اسلام آباد واپس چلے گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ دھتکارے جانے اس احساس نے عوام کو مزید بھڑکا دیا ہے۔

جے اے اے سی جس میں کاروبار، قانونی پیشے، سول سوسائٹی اور طلباء تنظیموں سمیت مختلف شعبوں کے نمائندے شامل ہیں، نے اگست 2023 میں مطالبات کا ایک منشور پیش کیا تھا۔ اس میں سبسڈی والے گندم کے آٹے، پیداواری لاگت پر بجلی کی فراہمی، پیداواری لاگت میں کمی، حکمران اشرافیہ کی مراعات پر حکومتی اخراجات، طلبہ یونینوں کی بحالی، مالیاتی اور انتظامی بلدیاتی اداروں کی منتقلی، انٹرنیٹ سروسز میں بہتری، جائیداد کی منتقلی پر ٹیکسز میں کمی، محکمہ احتساب کی فعالیت کو بڑھانے کے لیے احتساب بیورو ایکٹ 2020 میں ترامیم اور آزاد جموں و کشمیر میں لکڑی کی صنعت کی بحالی کے مطالبات شامل تھے۔

11 مئی کے احتجاج کا باعث بننے والے واقعات کی ٹائم لائن اس تناؤ کی وجوہات کو سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے۔ اگست 2023 میں بجلی کے غیر منصفانہ ٹیکسوں اور گندم کے قلیل سبسڈی والے آٹے کے خلاف ابتدائی مظاہروں کے نتیجے میں پولیس کے ساتھ جھڑپیں ہوئیں اور جے اے اے سی کے رہنماؤں کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئیں۔ اس کے بعد 2023 اور 2024 کے اوائل میں حکومت نے دھرنوں، ہڑتالوں اور مظاہروں میں گرفتاریوں، جھڑپوں اور طاقت کے ذریعے تحریک کو ختم کرنے کی

کوشش کی۔ قابل ذکر واقعات میں راولاکوٹ اور مظفرآباد میں بجلی کے بلوں کو جلانا شامل ہے، جس کے نتیجے میں پولیس نے بغاوت اور غداری کے الزامات کے تحت گرفتاریاں کیں۔

حکومت اور جے اے اے سی کے درمیان مذاکرات کا آغاز 5 اکتوبر 2023 کو ایک بڑے احتجاج کے بعد ہوا۔ زیادہ تر مطالبات پر اتفاق کرنے کے باوجود، پیداواری لاگت پر بجلی کی فراہمی میں حکومت کی ناکامی مزید احتجاج کا باعث بنی۔ اس کے بعد جب حکومت 30 مارچ 2024 تک ان اقدامات پر عمل درآمد کرنے میں ناکام رہی جس پر اس نے پہلے اتفاق کیا تھا تو جے اے اے سی نے 11 مئی 2024 کو مظفرآباد تک لانگ مارچ کا اعلان کیا۔

11 مئی کے احتجاج سے پہلے، آزاد جموں وکشمیر کی حکومت نے ایک سرکاری پیغام کے ذریعے پاکستان سے نیم فوجی دستے بھیجنے کی درخواست کی۔ 22 اپریل کو بھیجے گئے اس خط میں وزارت داخلہ سے درخواست کی کہ وہ تین ماہ کے لیے سول آرمڈ فورسز کی چھ اضافی پلاٹون کا بندوبست کرے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ حکومت مظاہرین کا طاقت کے ذریعے مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ یہ تعیناتی، جس میں فرنٹیئر کانسٹیبلری اور پنجاب کانسٹیبلری شامل تھی، 3 مئی کو یعنی احتجاج اور لانگ مارچ کی کال سے تقریباً ایک ہفتہ قبل شروع ہوئی۔ تاہم، پاکستان رینجرز کی شمولیت، جو ایک وفاقی نیم فوجی دستہ ہے، نے تناؤ میں مزید اضافہ کیا۔ مظفرآباد میں دو مختلف داخلی مقامات، کوہالہ اور برڑ کوٹ سے رینجرز کے داخلے اور خاص طور پر اس کی جانب سے مبینہ طور پر طاقت کے غیر مجاز استعمال نے تشدد میں مزید اضافہ کیا۔

احتجاج کے دوران پیش آنے والے اہم واقعات میں 10 مئی کو مظفرآباد میں تاجروں کے ایک منتخب رہنما شوکت نواز میر کی رہائش گاہ پر پولیس کا چھاپہ شامل تھا، جس کے نتیجے میں گرفتاریاں اور جھڑپیں ہوئیں۔ 8 مئی کو، میرپور کے علاقے ڈوڈیال میں ایک اسسٹنٹ کمشنر نے مبینہ طور پر ایک بزرگ شہری پر حملہ کیا۔ مظفرآباد، کوٹلی اور میرپور میں جے اے اے سی قیادت کے خلاف کریک ڈاؤن نے عوامی غصے کو مزید بھڑکا دیا، جس کے نتیجے میں سرکاری اہلکاروں اور املاک پر انتقامی حملے ہوئے۔

10 مئی کو، مکمل شٹر ڈاؤن اور پہیہ جام ہڑتال ہوئی، جس کے بعد پولیس اور مظاہرین کے درمیان پرتشدد تصادم ہوا۔ پولیس نے متعدد کارکنوں کو گرفتار کرلیا۔ مختلف اضلاع میں جھڑپوں کے نتیجے میں دونوں اطراف کے افراد زخمی ہوئے۔ 11 مئی کو میرپور سے مظفرآباد تک لانگ مارچ کے دوران شدید جھڑپیں ہوئیں، جس میں اسلام گڑھ میں ایک پولیس سب انسپکٹر ہلاک اور متعدد پولیس اہلکار اور مظاہرین زخمی ہوئے۔

رینجرز کے داخلے، مقامی حکام کے ساتھ ان کی ہم آہنگی کی کمی، اور یہ تاثر کہ انہیں طاقت کے ذریعے احتجاج کو دبانے کی غرض سے تعینات کیا گیا تھا، نے تشدد کو ہوا دی۔ مظفرآباد میں جھڑپوں کے نتیجے میں تین مظاہرین ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔ رینجرز کی جانب سے آنسو گیس کی شیلنگ اور فائرنگ کے نتیجے میں صورتحال مزید گھمبیر ہوگئی جس کے نتیجے میں عوام میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔

12 مئی 2024 کو، وزیراعظم پاکستان شہباز شریف اور آزاد جموں وکشمیر کے وزیراعظم چوہدری انوارالحق کے درمیان ملاقات کے بعد، آٹے اور بجلی کے لیے 23 ارب روپے سبسڈی کا اعلان کیا گیا۔ اس کے باوجود جھڑپیں جاری رہیں۔ جے اے اے سی نے چار دن تک جاری رہنے والے تشدد اور ہلاکتوں کے بعد 13 مئی کو احتجاج ختم کردیا۔

ماحصل

فیکٹ فائنڈنگ مشن کا خیال ہے کہ آزاد جموں وکشمیر میں ہونے والے حالیہ مظاہرے نہ صرف گہرے سماجی اور سیاسی شکایات کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ ان مسائل پر حکومت کے ردعمل پر پائے جانے والے شدید عدم اطمینان کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔ اے جے کے حکومت کا طریقہ کار، جس کی عکاسی مظاہرین کے خلاف طاقت کے بے جا استعمال اور اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کے مطالبات پر خاطرخواہ توجہ نہیں دی گئی، نے کشیدگی کو بڑھا دیا ہے، جس سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں اور مقامی آبادی مزید بیگانگی کا شکار ہوگئی ہے۔

مظفرآباد میں موجودہ سیاسی اشرافیہ پر حکومت کے انحصار نے پالیسی سازوں اور آزاد جموں وکشمیر کے عام باشندوں کے درمیان ایک اہم رابطہ منقطع کردیا ہے جس کے نتیجے میں عوام کا سیاسی قیادت سے اعتماد اٹھ گیا ہے۔ مرکزی دھارے کی سیاسی جماعتوں کے بجائے نچلی سطح کی ایکشن کمیٹیوں کی زیرقیادت جاری احتجاج معاشی حقوق اور بہتر نظم ونسق کے اجتماعی مطالبے کی عکاسی کرتے ہیں۔

مشن نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ احتجاج کے خلاف آزاد جموں و کشمیر کی حکومت نے طاقت کا بے جا استعمال کیا جس میں نیم فوجی دستوں کی تعیناتی اور انٹرنیٹ سروسز کی معطلی شامل تھی۔ اس طرح کے اقدامات انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور بدامنی میں اضافے پر منتج ہوئے۔ 16 سالہ ثاقب میر کی المناک ہلاکت سمیت مظاہرین کی ہلاکتیں صورتحال کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ صورتحال مظاہرین کے ساتھ موثر رابطے، تحمل اور مذاکرات کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہے تاکہ ان کے مطالبات کو پورا کیا جاسکے اور مستقبل میں تشدد کو روکا جاسکے۔

سفارشات

اپنے مشاہدات کے پیش نظر، مشن آزاد جموں وکشمیر حکومت کو درج ذیل سفارشات پیش کرتا ہے:

- ☆ آزاد جموں وکشمیر کے عام باشندوں اور معاشی حقوق اور بہتر طرزحکمرانی کے لیے ان کے جائز مطالبات کی منصفانہ طور پر اور سنجیدگی سے سنا جائے۔
- ☆ تحمل کا مظاہرہ کیا جائے اور پرامن بات چیت اور مذاکرات کے ذریعے مظاہرین کے ساتھ رابطہ رکھا جائے۔
- ☆ مفاہمت کا راستہ اختیار کیا جائے اور سول سوسائٹی اور نچلی سطح کی تحریکوں کے ساتھ رابطہ قائم کیا جائے تاکہ ان کے مسائل کو حل کیا جاسکے۔
- ☆ آزادانہ تحقیقات کے ذریعے مظاہرین کے خلاف ضرورت سے زیادہ طاقت کے استعمال کے ذمہ داروں کا احتساب کیا جائے اور یقینی بنایا جائے کہ مستقبل میں ایسی خلاف ورزیاں نہ ہوں۔
- ☆ پرامن اجتماع، آزادی اظہار اور زندگی کے حق سمیت انسانی حقوق کے اصولوں کی پیروی کی جائے۔
- ☆ سبسڈیز اور پرائس کنٹرول سمیت پائیدار معاشی معاونت کے اقدامات کا نفاذ کیا جائے تاکہ آبادی کی بنیادی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔
- ☆ ایسی پالیسیاں تشکیل دی جائیں جو یقینی بنائیں کہ مقامی کمیونٹیز خطے کے قدرتی وسائل خصوصاً پن بجلی سے براہ راست مستفید ہوں۔
- ☆ خدمات کی فراہمی میں بہتری اور وسائل پر مقامی خودمختاری کو بڑھانے کے لیے بلدیاتی اداروں کو مضبوط کیا جائے۔
- ☆ سیکورٹی فورسز کو انسانی حقوق کے معیارات اور مظاہروں کے انصرام میں طاقت کے مناسب استعمال سے متعلق تربیت فراہم کی جائے۔

مزید برآں، پاکستان کی وفاقی حکومت کو مندرجہ ذیل باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے:

- ☆ آزاد جموں وکشمیر کے لیے قانون سازی کے اختیارات منتخب آزاد جموں وکشمیر اسمبلی کے پاس ہونے چاہئیں۔
- ☆ کشمیر کونسل آزاد جموں وکشمیر کے شہریوں کی نمائندہ ہونی چاہیے۔
- ☆ آزاد جموں وکشمیر کے شہریوں کے خلاف نیم فوجی دستوں کا استعمال شدید تشویش کا باعث ہے اور ایسا دوبارہ نہیں ہونا چاہیے۔
- ☆ آزاد جموں وکشمیر کو اس کے قدرتی وسائل پر اختیار دیا جائے۔
- ☆ آزاد جموں وکشمیر کے پانی اور بجلی کے استعمال کے ذریعے پاکستان کو حاصل ہونے والی آمدن کو مساوی طور پر تقسیم کیا جائے۔

2023 میں پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال

اہم نکات

قوانین اور قانون سازی

- پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ کی زیرِقیادت رخصت ہونے والی حکومت کی جانب سے جولائی میں قومی اسمبلی کے ایک اجلاس میں تقریباً 28 بل پیش اور منظور کیے گئے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پارلیمانی طریقہ کار کو مکمل طور پر نظرانداز کیا گیا۔
- تین متنازعہ قوانین عجلت میں منظور کیے گئے جن میں پارلیمنٹ کی توہین اور ملک کی سلامتی یا فوج سے متعلق 'حساس' معلومات کے افشاء کو جرم قرار دیا گیا اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کو وسیع پیمانے پر حراستی اختیارات دیے گئے۔
- اگرچہ سپریم کورٹ نے پی ٹی آئی کی قیادت میں 9 مئی کے فسادات میں مبینہ طور پر ملوث 103 عام شہریوں کے فوجی ٹرائل کو 'غیر آئینی' قرار دیا تھا، لیکن چند ماہ بعد عدالت عظمیٰ کے ایک اور بینچ نے اپنے پہلے کے مختصر حکم کو معطل کرتے ہوئے ان مقدمات کو فوجی عدالتوں میں چلانے کی اجازت دے دی۔
- وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا کہ ٹرانس جینڈر پرسنز (حقوق کا تحفظ) ایکٹ 2018 کی دفعات جو کہ اپنی صنفی شناخت کے انتخاب کے حق کا تحفظ کرتی ہیں وہ 'غیر اسلامی' ہیں۔ انسانی حقوق کے کارکنوں نے اس اقدام کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔
- لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ احمدیوں کی عبادت گاہوں کے نگرانوں کو ایسی جگہوں پر میناروں کی تعمیر کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا جو احمدیوں کی عبادت گاہوں پر میناروں کی ممانعت کے قانون سے پہلے تعمیر کیے گئے تھے۔
- لاہور ہائی کورٹ نے ایک اہم فیصلے میں ضابطہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 124-اے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ بغاوت کا جرم بنیادی حقوق کے تحفظ کے منافی ہے۔

انصاف کی فراہمی

- ورلڈ جسٹس پراجیکٹ کے قانون کی حکمرانی کے گوشوارے میں، بنیادی حقوق کے حوالے سے پاکستان کا سکور 0.56 کی عالمی اوسط کے مقابلے میں 0.38 رہا اور ملک 142 ممالک میں سے 125ویں نمبر پر رہا۔ یہ سکور 2019 سے مسلسل برقرار ہے۔
- سال کے آخر تک عدالتوں میں 2,260,386 مقدمات زیرالتوا تھے۔ ان میں سے 56,155 مقدمات سپریم کورٹ اور 342,334 مقدمات ہائی کورٹس میں زیرالتوا تھے۔

> **2023 کے دوران تمام ہلاکتوں میں سے 90 فیصد اور عسکریت پسندوں کے حملوں میں سے 84 فیصد خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں پیش آئے۔ ان میں دہشت گردی اور سیکورٹی آپریشنز کے واقعات بھی شامل ہیں۔ دو واقعات میں، باجوڑ میں جے یو آئی-ف کے زیراہتمام ایک سیاسی اجتماع میں بم دھاکے کے نتیجے میں کم ازکم 64 افراد ہلاک ہوئے، جب کہ مستونگ میں ایک جان لیوا مبینہ خودکش حملے میں 53 افراد ہلاک ہوئے۔**

- سپریم کورٹ کی طرف سے جاری کردہ سہ ماہی رپورٹ کے مطابق، گزشتہ دس سالوں میں عدالت عظمیٰ میں زیرالتواء مقدمات کی تعداد بظاہر دوگنی ہو گئی ہے اور زیرالتوا مقدمات میں مسلسل اوسطاً 18 فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔

سزائے موت

- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق، 2023 میں کم از کم 102 موت کی سزائیں سنائی گئیں۔ 2022 میں 98 افراد کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔ تاہم، مبینہ طور پر کسی بھی شخص کو پھانسی نہیں دی گئی۔
- 2021 میں اسلام آباد میں دو اہم مقدمات میں، ایک نوجوان کے قتل کے جرم میں دو پولیس اہلکاروں کو سزائے موت سنائی گئی، جب کہ ایک معروف سیاسی شخصیت کے بیٹے کو اپنی بیوی کے بہیمانہ قتل کے جرم میں سزائے موت سنائی گئی۔

امن عامہ

- سابق وزیراعظم عمران خان کی گرفتاری کے بعد، پی ٹی آئی کے زیرقیادت مشتعل ہجوم نے پشاور میں ریڈیو پاکستان کی عمارت سمیت کئی شہروں میں سرکاری املاک کو نقصان پہنچایا، جس کے بعد پارٹی کارکنوں اور حامیوں کے خلاف ریاستی کریک ڈاؤن ہوا، جس کے نتیجے میں غیر مصدقہ تعداد میں ہلاکتیں ہوئیں۔
- 2023 میں تقریباً 789 دہشت گرد حملے اور انسداد دہشت گردی کی کارروائیاں ہوئیں، جن میں ایک اندازے کے مطابق 1,524 افراد ہلاک اور 1,463 زخمی ہوئے۔ یہ ہلاکتیں چھ سال کی بلند ترین سطح پر ہیں، 2023 میں 2022 کے مقابلے میں تشدد میں 56 فیصد اضافہ اور عسکریت پسندوں کے حملوں میں 69 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا۔
- 2023 کے دوران تمام ہلاکتوں میں سے 90 فیصد اور عسکریت پسندوں کے حملوں میں سے 84 فیصد خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں پیش آئے۔ ان میں دہشت گردی اور سیکورٹی آپریشنز کے واقعات بھی شامل ہیں۔ دو واقعات میں، باجوڑ میں جے یو آئی-ف کے زیراہتمام ایک سیاسی اجتماع میں بم دھاکے کے نتیجے میں کم ازکم 64 افراد ہلاک ہوئے، جب کہ مستونگ میں ایک جان لیوا مبینہ خودکش حملے میں 53 افراد ہلاک ہوئے۔
- ماورائے عدالت قتل امن وامان میں بگاڑ پیدا کرتے رہے۔ سندھ میں سکرنڈ کے قریب ایک گاؤں میں سیکیورٹی آپریشن میں رینجرز اہلکاروں نے کم ازکم چار افراد ہلاک اور تربت میں دوران حراست محکمہ انسداد دہشت گردی کے اہلکاروں نے مبینہ طور پر ایک بلوچ نوجوان کو ہلاک کر دیا۔
- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ سے پتہ چلتا ہے کہ مبینہ طور پر کم ازکم 618 افراد پولیس مقابلوں میں مارے گئے، جب کہ 33 افراد حراست میں اور 24 حراست سے باہر مارے گئے۔ مبینہ طور پر کم ازکم 13 افراد کو زیرحراست تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

- سندھ میں دریائی پٹی میں امن و امان کی صورتحال خاص تشویش کا باعث بنی رہی۔ پولیس کی مختلف کارروائیوں کیباوجودڈاکوؤں نے اپنی کارروائیاں بلاروک ٹوک جاری رکھیں۔
- کراچی میں اسٹریٹ کرائم میں مبینہ طور پر سال کے دوران تقریباً 11 فیصد اضافہ ہوا۔ شہر میں سٹریٹ کرائمز کے 90,000 سے زائد واقعات رپورٹ ہوئے۔ ڈکیتی کے خلاف مزاحمت کرتے ہوئے کل 134 شہری قتل اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔
- ایچ آر سی پی نے ہجوم کی جانب سے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے اور مشتبہ 'مجرموں' کو ہلاک کیے جانے کے کم از کم 26 واقعات رپورٹ کیے۔ کم از کم دو ایسے واقعات میں، مردان اور ننکانہ صاحب میں مذہبی بنیاد پر دو افراد ہجوم کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔
- صوبائی قانون ساز سردار عبدالرحمٰن کھیتران پر بلوچستان کی نجی جیلوں میں لوگوں کو حراست میں رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک ملازم کے خاندان کے افراد کے ساتھ جنسی زیادتی کا الزام عائد کیا گیا۔ ان پر یہ بھی الزام تھا کہ جن لوگوں نے ان کی خواہشات کی تعمیل نہیں کی انہیں قتل کر دیا گیا۔

قیدخانے اور قیدی

- صوبائی جیلوں کے محکموں کے اعداد وشمار سے پتا چلتا ہے کہ 67,294 قیدیوں کی منظور شدہ گنجائش کے مقابلے میں، ملک کی جیلوں میں 97,449 قیدی موجود تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کی جیلوں میں گنجائش سے 45 فیصد زیادہ قیدی موجود تھے۔
- 2023 کے دوران مبینہ طور پر 14,000 پاکستانی شہریوں کو بیرون ملک قید کیا گیا، جن میں سے 58 فیصد متحدہ عرب امارات (5,292) اور سعودی عرب (3,100) میں قید ہیں۔
- 81 ماہی گیروں سمیت 418 پاکستانی شہری بھارتی جیلوں میں بند ہیں۔

جبری گمشدگیاں

- جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے مطابق، 2023 کے آخر تک جبری گمشدگیوں کے کم از کم 2,299 کیس حل نہیں ہوئے تھے۔ سال کے دوران، 4,413 واقعات میں متاثرین گھروں کو واپس لوٹ آئے۔ 994 کیسز میں، متاثرین حراستی مراکز میں پائے گئے۔ 644 کیسز میں متاثرین جیلوں میں قید پائے گئے اور 261 کیسز میں متاثرین کی لاشیں ملیں۔ گزشتہ سالوں کی طرح، ایچ آر سی پی کا ماننا ہے کہ یہ تعداد بہت کم ظاہر کی گئی ہے اور یہ کہ مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں نہ لانے پر کمیشن کو ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہیے۔
- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ سے پتہ چلتا ہے کہ 2023 کے دوران کم از کم 62 رپورٹ ہونے والے واقعات میں 82 مردوں اور سات خواتین کو جبری طور پر لاپتا کیا گیا۔

> **ایچ آر سی پی نے ہجوم کی جانب سے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے اور مشتبہ 'مجرموں' کو ہلاک کیے جانے کے کم از کم 26 واقعات رپورٹ کیے۔ کم از کم دو ایسے واقعات میں، مردان اور ننکانہ صاحب میں مذہبی بنیاد پر دو افراد ہجوم کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔**

- 9 مئی کے فسادات کے بعد، پی ٹی آئی کے متعدد رہنماؤں اور پارٹی کارکنوں کو مبینہ طور پر طویل عرصے تک جبری طور پر غائب اور پھر رہا کر دیا گیا۔ ایسا غالباً انہیں سیاسی طور پر ڈرانے دھمکانے کے لیے کیا گیا۔
- ایک نمایاں کیس میں، سابق نیوز اینکر عمران ریاض خان کو مبینہ طور پر پی ٹی آئی کی حمایت کرنے کی پاداش میں جبری طور پر غائب کر دیا گیا۔ وہ چار ماہ تک لاپتہ رہنے کے بعد گھر واپس آ گئے۔
- سندھ اور بلوچستان میں صحافیوں، کارکنوں اور سیاسی کارکنوں کو خاص طور پر قلیل مدت کے لیے جبری گمشدگیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ سال کے دوران سندھ سے لاپتہ ہونے والے متعدد سیاسی کارکنوں کی لاشیں بھی ملیں۔
- بلوچستان میں جبری طور پر لاپتہ کیے گئے لوگوں کے مبینہ ماورائے عدالت قتل کی اطلاعات موصول ہوئیں، خاص طور پر بلوچ عسکریت پسندوں کی جانب سے کیے گئے کسی بھی بڑے حملے کے بعد۔

جمہوری پیش رفت

- 2022 میں جو سیاسی تقسیم دیکھی گئی تھی وہ 2023 میں بھی بھرپور طریقے سے جاری رہی، جس کے نتیجے میں سال بھر کے دوران لوگوں کے جمہوری حقوق بری طرح متاثر ہوئے۔
- جہاں پنجاب اور خیبر پختونخوا اسمبلیوں کی تحلیل کو سیاسی لحاظ سے سودمند سمجھا جا رہا تھا، ان صوبوں میں صوبائی انتخابات آئین میں متعین 90 دن کی مدت کے برعکس مختلف بنیادوں پر کافی تاخیر کا شکار ہوئے۔
- 9 مئی کو اسلام آباد میں سابق وزیر اعظم عمران خان کی گرفتاری کے بعد ملک بھر میں پرتشدد ہنگامے پھوٹ پڑے۔ پی ٹی آئی کے حامیوں نے فوجی اور ریاستی تنصیبات کے خلاف ہنگامہ آرائی اور آتش زنی کی، جس کے نتیجے میں پارٹی رہنماؤں اور سیاسی کارکنوں کی گرفتاریوں کے ساتھ ساتھ جبری گمشدگیاں بھی دیکھنے میں آئیں۔ ریاست کے ردعمل کو بے جا تصور کیا گیا کیونکہ ہنگامہ آرائی میں ملوث افراد، جن میں بہت سی خواتین بھی شامل تھیں، پر انسداد دہشت گردی کی کارروائیوں کے تحت فرد جرم عائد کی گئی اور انہیں انسداد دہشت گردی اور فوجی عدالتوں میں مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔
- نگران حکومتیں آئین کی مقرر کردہ مدت سے زیادہ برقرار رہیں جو حقیقی جمہوریت کی روح کے خلاف ہے۔ وفاقی نگراں حکومت کئی موقعوں پر اپنے دائرہ کار سے تجاوز کرتی نظر آئی۔
- ای سی پی نے پی ٹی آئی کے سربراہ عمران خان کو عہدے پر رہنے کے دوران موصول ہونے والے سرکاری تحائف کے سلسلے میں 'بدعنوان سرگرمیوں' کی بنیاد پر سزا سنائے جانے کے بعد پانچ سال کے لیے انتخابات میں حصہ لینے سے روک دیا۔
- ساتویں مردم شماری کی منظوری کے بعد ای سی پی نے کہا کہ اب نئی حد بندیاں کرنا ہوں گی جس سے عام انتخابات میں 90 دن کی آئینی حد سے زیادہ تاخیر ہو گی۔
- 25 ویں آئینی ترمیم کے تحت خیبر پختونخوا میں سابق قبائلی اضلاع کے لیے قومی اسمبلی کی نشستوں کی تعداد 12 سے کم کر کے چھ کر دی گئی۔
- حاضر سروس اور ریٹائرڈ فوجی اہلکاروں کو سویلین عہدوں پر تعینات کرنے کی روایت ختم ہونے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیے۔
- گلگت بلتستان کی سیاسی حیثیت حل طلب رہی۔ علاقے کے بیشتر رہائشیوں کا دیرینہ مطالبہ ہونے کے باوجود اس علاقے کو ابھی تک صوبے کا درجہ نہیں دیا گیا۔

مقامی حکومتیں

- کوئٹہ کو چھوڑ کر سندھ اور بلوچستان میں بلدیاتی انتخابات مکمل ہو گئے، جبکہ خیبر پختونخوا میں ضمنی

انتخابات منعقد ہوئے۔

- اگرچہ پنجاب میں اپریل میں مقامی حکومتوں کے انتخابات متوقع تھے لیکن سیاسی بحران کے باعث ایسا ممکن نہ ہوسکا۔ اسی طرح، ملک میں غیر یقینی سیاسی صورتحال کے باعث دارالحکومت اسلام آباد کے علاقوں میں بھی بلدیاتی انتخابات نہ ہوسکے۔
- لوکل گورنمنٹ قانون میں ایک قابل ذکر ترمیم یہ ہوئی کہ سندھ اسمبلی نے پہلی مرتبہ خواجہ سراؤں کے لیے نشستیں مخصوص کیں۔
- عام طور پر، مقامی حکومتیں ناکافی بجٹ کی وجہ سے محدود اور اسی بناء پر غیر فعال رہیں۔

نقل وحرکت کی آزادی

- 9 مئی کو پی ٹی آئی کی قیادت میں ہونے والے فسادات کے بعد، پارٹی کے سینکڑوں حامیوں کو سفری پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا چونکہ ان کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں ڈال دیا گیا تھا۔
- سرحد کی بندش اور مظاہروں نے خیبر پختونخوا میں ہزاروں افراد کی نقل وحرکت کی آزادی کو محدود کیے رکھا۔
- خیبر پختونخواہ کے ضلع خیبر میں ایک جرگے نے خواتین کے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت مفت آٹے کے لیے گندم کی تقسیم کے مقامات پر جانے پر پابندی لگادی جس سے خواتین کی آزادانہ نقل وحرکت محدود ہوگئی۔

اجتماع کی آزادی

- نگران حکومتوں نے اکثر پی ٹی آئی کے کارکنوں کے خلاف جابرانہ ہتھکنڈوں کا سہارا لیا، پارٹی کے سینئر رہنماؤں کے گھروں پر چھاپے مارے اور انہیں گرفتار کیا۔]جمہوری پیش رفت بھی دیکھیں[۔
- ضابطہ فوجداری کی دفعہ 144 کو عام طور پر سیاسی سرگرمیوں کو محدود کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا۔
- بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بجلی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں نے کسانوں، مزدوروں اور تاجروں پر نمایاں معاشی بوجھ ڈالا، جس کے باعث وہ احتجاج کے لیے سڑکوں پر نکل آئے۔
- سیاسی انجمنوں اور ٹریڈ یونینوں کو پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کا استعمال کرنے پر پولیس کی جانب سے تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔
- نوجوان بلوچ خواتین نے قابل ستائش طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تربت سے اسلام آباد تک لانگ مارچ کیا۔ لانگ مارچ کا مقصد ایک 24 سالہ بلوچ نوجوان کے مبینہ ماورائے عدالت قتل اور جبری گمشدگیوں کے خلاف احتجاج کرنا تھا۔ ریاستی اداروں کی طرف سے انہیں دارالحکومت تک پہنچنے سے روکنے کی مسلسل کوششوں (گرفتاریوں اور لاٹھی چارج سمیت) کے باوجود مظاہرین دسمبر میں اسلام آباد پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ پولیس نے مارچ کرنے والوں کو روکنے کے لیے پانی کی توپوں کا استعمال کیا اور ان پر تشدد کیا، جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت درجنوں مظاہرین زخمی اور گرفتار ہوئے۔

دسمبر 2023 تک، پنجاب میں توہین مذہب کے جرم میں جیلوں میں 552 قیدیوں میں سے 485 کے مقدمات زیر سماعت تھے، 44 کو سزا سنائی گئی تھی اور 23 یا تو سزا یافتہ تھے یا سزائے موت کے منتظر تھے۔ سندھ کی جیلوں میں نومبر 2023 تک توہین مذہب کے الزام میں 82 افراد قید تھے جن میں سے 78 کے مقدمات زیر سماعت تھے اور چار کو سزا سنائی گئی تھی۔

اظہار رائے کی آزادی

- عالمی آزادی صحافت کے گوشوارے میں پاکستان کی درجہ بندی میں سات پوائنٹس کی بہتری آئی اور یہ 180 ممالک میں سے 150 نمبر پر آگیا۔ پچھلے سال کے گوشوارے میں اس کا نمبر 157 تھا۔ تاہم، صحافیوں کی جانب سے سنسر شپ اور خود پر عائد کی گئی سنسر شپ کی شکایات سال بھر موصول ہوتی رہیں۔
- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق، 2023 کے دوران کم از کم پانچ میڈیا کے افراد پر مبینہ طور پر حملے کیے گئے۔ ایسے ہی ایک واقعے میں، کوہاٹ میں ایک رپورٹر کو نامعلوم مسلح افراد نے حملہ کر کے زخمی کر دیا، جب کہ بنوں میں ایک صحافی کو نامعلوم افراد نے اغوا کر کے تشدد کا نشانہ بنایا۔ پی ٹی آئی کے خلاف جاری ریاستی کریک ڈاؤن میں سابق وزیر اعظم عمران خان کی 'ریاستی اداروں کو نشانہ بنانے' سے متعلق تقاریر نشر کرنے پر پابندی بھی شامل تھی۔ پیمرا نے ایک حکم کے ذریعے میڈیا چینلز کو 'نفرت انگیز تقریر' کے ذمہ دار افراد کو ایئر ٹائم فراہم کرنے سے منع کر دیا۔ اس حکم کی تشریح یوں کی گئی کہ میڈیا چینلز پر عمران خان کا نام لینا بھی ممنوع قرار پایا۔
- ای سی پی نے 2024 کے انتخابات کے لیے اپنے ضابطہ اخلاق کے ایک حصے کے طور پر، انٹری اور ایگزٹ پولز کے انعقاد پر پابندی لگادی۔
- 2023 میں کم از کم 15 مرتبہ انٹرنیٹ کو بند کیا گیا جو لوگوں کے معلومات کے حق کے منافی ہے۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی

- ایچ آر سی پی کے زیر نگرانی میڈیا رپورٹس کے مطابق، مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر کم از کم 29 حملے اور عقیدے کی بنیاد پر قتل کے 11 واقعات پیش آئے۔
- احمدی برادری نے ایک سال کے دوران اپنی عبادت گاہوں پر کم از کم 35 حملوں کی اطلاع دی، جبکہ 21 احمدیوں کو مذہب کے خلاف مختلف جرائم کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔
- اگست میں ایک مسیحی شخص کے خلاف توہین مذہب کے الزامات کے بعد، پنجاب کے علاقہ جڑانوالہ میں متعدد گرجا گھروں اور مسیحیوں کے گھروں کو ہجوم نے نذر آتش کیا اور لوٹ مار کی۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو دنیا بھر کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔
- سول سوسائٹی کی رپورٹس کے مطابق، 2023 کے دوران مبینہ طور پر جبری تبدیلی مذہب کے کم از کم 136 واقعات پیش آئے، جن میں اکثریت سندھ میں ہندو خواتین اور لڑکیوں کی تھی۔
- پولیس کے اعداد و شمار کے مطابق ملک بھر میں توہین مذہب کے کم از کم 63 نئے مقدمات درج کیے گئے۔
- دسمبر 2023 تک، پنجاب میں توہین مذہب کے جرم میں جیلوں میں 552 قیدیوں میں سے، 485 کے مقدمات زیر سماعت تھے، 44 کو سزا سنائی گئی تھی اور 23 یا تو سزا یافتہ تھے یا سزائے موت کے منتظر تھے۔ سندھ کی جیلوں میں نومبر 2023 تک توہین مذہب کے الزام میں 82 افراد قید تھے جن میں سے 78 کے مقدمات زیر سماعت تھے اور چار کو سزا سنائی گئی تھی۔
- ہجوم کی جانب سے قانون کو ہاتھ میں لینے کا سلسلہ سال بھر جاری رہا۔ ایک واقعے میں، ننکانہ صاحب میں ایک ہجوم نے پولیس اسٹیشن پر دھاوا بول دیا اور توہین مذہب کے الزام میں ایک شخص کو تشدد کر کے ہلاک کر دیا۔ ایک اور واقعے میں، مردان میں ایک ہجوم نے توہین مذہب کے الزام میں ایک مقامی عالم کو قتل کر دیا۔]امن عامہ بھی دیکھیں[۔

- حقوق کی تنظیموں نے قومی اسمبلی سے منظور کیے گئے اقلیتوں کے قومی کمیشن سے متعلق بل کی مخالفت کی۔ انہوں نے اس کے بجائے دیگر خودمختار کمیشنوں کی طرز کے ایک قانونی، مناسب وسائل کے حامل اور خودمختار کمیشن کا مطالبہ کیا۔

انجمن سازی کی آزادی

- 9 مئی کے فسادات کے بعد پی ٹی آئی پر ہونے والے ریاستی جبر کی وجہ سے بہت سے سینئر رہنماؤں اور کارکنوں کو اکثر دنوں یا ہفتوں تک زیرحراست رہنے کے بعد اعلانیہ طور پر پارٹی سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی۔
- پی ٹی آئی پر پابندی لگانے کے حکومتی منصوبوں کی غیر مصدقہ اطلاعات موصول ہوتی رہیں۔ یہ حقوق کی ایک ممکنہ خلاف ورزی تھی جو صرف افواہوں تک ہی محدود رہی۔
- آئی ایل او کے اندازوں کے مطابق، 2018 میں ٹریڈ یونینز بنانے کی شرح میں صرف 2 فیصد اضافہ ہوا۔
- اگرچہ سندھ واحد صوبہ تھا جس نے طلبہ یونینز کو بحال کیا، تاہم صوبے کے اعلیٰ تعلیمی اداروں نے مبینہ طور پر طلبہ یونینز کی بحالی کے لیے ضوابط اور طریقہ کار وضع نہیں کیے۔

خواتین

- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق، 2023 کے دوران مبینہ طور پر کم از کم 226 خواتین 'غیرت' کے نام پر قتل ہوئیں، 700 کو اغوا کیا گیا، 631 کے ساتھ جنسی زیادتی اور 277 کے ساتھ اجتماعی جنسی زیادتی کی گئی۔ کم از کم 66 خواتین نے گھریلو تشدد کا نشانہ بننے کی اطلاع دی۔
- ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن کو سائبر ہراسانی کے 2,224 کیسز موصول ہوئے، جن میں سے زیادہ تر پنجاب میں خواتین کی طرف سے درج کرائے گئے تھے۔
- عالمی معاشی فورم کی عالمی صنفی تفاوت رپورٹ برائے 2023 میں پاکستان 146 ممالک میں سے 142 ویں نمبر پر رہا۔

خواجہ سرا افراد

- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ سے پتا چلتا ہے کہ 2023 میں کم از کم 9 خواجہ سرا افراد 'غیرت' سے متعلق جرائم اور 11 جنسی تشدد کا نشانہ بنے۔
- ایک خوش آئند اقدام یہ تھا کہ وفاقی حکومت نے خواجہ سراؤں کو بینظیر انکم سپورٹ پروگرام میں شامل کرلیا۔
- وفاقی شرعی عدالت نے ٹرانس جینڈر (تحفظ حقوق) ایکٹ 2018 کی دفعات کو اسلامی قانون کی خلاف ورزی قرار دیا۔ عدالت نے فیصلہ دیا کہ کسی شخص کی جنس اس کی حیاتیاتی جنس کے مطابق ہونی چاہیے۔ اس فیصلے کو انسانی حقوق کے کارکنوں نے سپریم کورٹ میں چیلنج کیا تھا۔ قوانین اور قانون سازی دیکھیں۔

ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق، 2023 کے دوران مبینہ طور پر کم از کم 226 خواتین 'غیرت' کے نام پر قتل ہوئیں، 700 کو اغوا کیا گیا، 631 کے ساتھ جنسی زیادتی اور 277 کے ساتھ اجتماعی جنسی زیادتی کی گئی۔ کم از کم 66 خواتین نے گھریلو تشدد کا نشانہ بننے کی اطلاع دی۔

بچے

- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق، 2023 کے دوران کم از کم 79 بچوں کو جسمانی سزا دی گئی، جب کہ مبینہ طور پر کم از کم 13 لڑکیوں کی زبردستی شادی کرائی گئی۔
- این جی او ساحل نے 2023 کے دوران کم از کم 4,213 بچوں کے ساتھ بدسلوکی کے واقعات رپورٹ کیے، اوسطاً تقریباً 11 بچے روزانہ زیادتی کا شکار ہوئے۔ ان میں سے 53 فیصد لڑکیاں اور 47 فیصد لڑکے تھے۔ اغوا کے 1,938 واقعات بھی رپورٹ ہوئے جن میں سے 83 فیصد اغواء کے واقعات پنجاب بالخصوص فیصل آباد اور راولپنڈی سے رپورٹ ہوئے۔
- دو واقعات ایسے تھے جن پر ملک بھر میں غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔ دس سالہ گھریلو ملازمہ فاطمہ فریرو خیرپور میں ایک بااثر زمیندار کی حویلی میں مردہ پائی گئی اور اس کے جسم پر تشدد کے نشانات پائے گئے۔ اسلام آباد میں سول جج کی رہائش گاہ میں گھریلو ملازمہ کے طور پر کام کرنے والی نوعمر رضوانہ بی بی کو جج کی اہلیہ مبینہ طور پر مسلسل تشدد کا نشانہ بناتی رہی۔
- ایک اندازے کے مطابق ملک بھر میں اینٹوں کے بھٹوں میں 700,000 بچے مبینہ طور پر چائلڈ لیبر کا نشانہ بنے۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

- عام طور پر، 2023 میں معذوری کا شکار افراد کو حقوق کی فراہمی میں بہت کم پیش رفت دیکھنے میں آئی۔
- تعلیم کی صورتحال سے متعلق سالانہ رپورٹ کے مطابق، معذوری کا شکار بچوں کے حوالے سے اس بات کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ وہ کبھی بھی اسکول میں داخلہ نہیں لیں گے، جلد ہی تعلیم چھوڑ دیں گے یا سیکھنے کے عمل میں نظرانداز کیے جائیں گے، چاہے وہ کلاس میں ہی کیوں نہ ہوں۔
- پنجاب میں معذوری کا شکار افراد کے حقوق کی کونسل نے وزیراعلیٰ کو معذوری کا شکار افراد کی سہولت کے لیے خصوصی عدالتوں کے قیام کے ساتھ ساتھ ضلعی فلاحی و بحالی یونٹس اور ڈس ایبلیٹی اسسمنٹ بورڈز کے قیام کی تجویز پیش کی۔ تاہم، معذوری کے حقوق کے کارکنوں نے کونسل کے کام میں مزید شفافیت کا مطالبہ کیا۔

محنت کش

- زیادہ تر کارکنوں کی پیشہ ورانہ حفاظت اور صحت کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔ 2023 کے دوران حادثات میں تقریباً 87 کان کن ہلاک اور 74 زخمی ہوئے، جب کہ صفائی کے کام پر مامور متعدد مزدور زہریلی گیسوں کی زد میں ہونے یا مین ہولز میں ڈوبنے کے باعث ہلاک ہوئے۔
- افراط زر 25 سے 45 فیصد کے درمیان رہا اور مزدوروں نے اکثر حکومت سے مہنگائی کے مطابق تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ کیا۔
- مزدوروں کو سال بھر تنخواہوں کی ادائیگی میں تاخیر کا سامنا کرنا پڑا۔
- اگرچہ سندھ نے غیر ہنرمند کارکنوں کے لیے کم از کم اجرت 32,000 روپے مقرر کی، لیکن کسی بھی نجی فیکٹری یا کاروباری مراکز کی جانب سے اس پر عمل درآمد کی اطلاع نہیں ملی۔
- ایک مثبت پیش رفت یہ ہوئی کہ لاہور ہائی کورٹ کے بہاولپور بنچ نے چولستان میں 344,000 ایکڑ زمین مقامی بے زمین کسانوں کو الاٹ کرنے کی اجازت دے دی۔

مہاجرین اور اندرونی طور پر بے گھر افراد

- اکتوبر میں، وفاقی حکومت نے غیر رجسٹرڈ مہاجرین کی 'رضاکارانہ واپسی' کے لیے 1 نومبر 2023

کی تاریخ مقرر کی۔ اس حکم نامے کا ہدف وہ 'غیر قانونی' افغان مہاجرین تھے جن کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ وہ پاکستان میں امن و امان کی بگڑتی صورتحال کے ذمہ دار ہیں۔

- سیکڑوں افغانوں کو، جن میں ایسے افغان بھی شامل تھے جن کے پاس قانونی دستاویزات موجود تھیں، پولیس نے چھاپے مار کر گرفتار کیا اور انہیں جلاوطنی کے مراکز میں بھیج دیا، جہاں انہیں کسی قسم کی قانونی معاونت حاصل نہیں تھی۔
- افغان مہاجرین اور تارکین وطن کی ملک بدری پر سول سوسائٹی، خاص طور پر سندھ میں، تقسیم دکھائی دی۔ سول سوسائٹی کے ایک بڑے دھڑے نے حکومت کی وطن واپسی کی پالیسی کی حمایت کی، جب کہ شہری حقوق کے کارکنوں کے ایک گروپ نے انسانی بنیادوں پر اس کارروائی کی مخالفت کی۔
- گلگت بلتستان میں، 2021 میں رونڈو میں آنے والے زلزلے، حسن آباد میں گلیشیائی جھیل پھٹنے کے نتیجے میں آنے والے سیلاب اور 2010 میں عطا آباد لینڈ سلائیڈ کے باعث بے گھر ہونے والے لوگوں کو آبادکاری، اپنے بچوں کی تعلیم، صحت کی سہولیات تک رسائی کے حوالے سے مشکلات اور دیگر مسائل کا سامنا رہا۔

تعلیم

- تعلیم کی صورتحال سے متعلق سالانہ رپورٹ کے مطابق، 2023 میں ایک اندازے کے مطابق 26,000,000 بچے اسکولوں سے باہر تھے، جب کہ بلوچستان میں لڑکوں اور لڑکیوں کے اسکول چھوڑنے کی شرح تقریباً 7 فیصد تھی۔
- مالی سال 2022-23 میں تعلیم پر سرکاری اخراجات کا تخمینہ 1.7 فیصد تھا جبکہ گزشتہ سال یہ شرح 1.4 فیصد تھی۔
- سرکاری اسکولوں کے لیے بے قاعدہ فنڈنگ، قدرتی آفات کی وجہ سے تعلیمی اداروں کے بنیادی ڈھانچے کو پہنچنے والے نقصان، اساتذہ کی غیر حاضری اور شعبہ تدریس سے وابستہ افراد کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے باعث ملک بھر کے طلبہ کو تعلیم کی فراہمی متاثر ہوئی۔
- 2022 کے تباہ کن سیلاب کی زد میں آنے والے بہت سے اسکول غیر محفوظ حالت میں رہے اور بحالی کا عمل یا تو سست یا غیر تسلی بخش رہا۔

صحت

- مالی سال 2023-24 کے وفاقی بجٹ میں صحت عامہ کے اخراجات کے لیے 24 ارب پچیس کروڑ روپے مختص کیے گئے جو کہ جی ڈی پی کا تقریباً 0.05 فیصد ہے۔
- 2023 کے دوران کووڈ 19 کے کم از کم 6,151 اور پولیو کے چھ کیس رپورٹ ہوئے۔
- مہلک کانگو وائرس کے پھیلاؤ نے خطرے کی گھنٹی بجادی جس پر صوبوں نے صحت سے متعلق انتباہ جاری کیے۔
- ایچ آر سی پی نے ملک بھر میں کم از کم 1,380 خودکشی کے واقعات ریکارڈ کیے، جن میں 1,012 مرد، 396 خواتین اور دو خواجہ سرا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

سرکاری اراضی پر تجاوزات کے خلاف مہم سال بھر جاری رہی جس میں اکثر کم آمدنی والے گھرانوں، ریڑھی بانوں اور مہاجرین کو نشانہ بنایا جاتا رہا۔

رہائشی سہولیات

- اگرچہ سندھ حکومت نے اعلان کیا کہ وہ صوبے بھر میں 2,100,000 سیلاب متاثرین کے لیے مکانات تعمیر کر رہی ہے اور اس کا ہدف سیلاب متاثرہ خواتین ہیں، لیکن اس حوالے سے عملی طور پر بہت کم پیش رفت ہوئی اور بیشتر سیلاب متاثرین حکومتی وعدوں کی پاسداری کے منتظر رہے۔
- سرکاری اراضی پر تجاوزات کے خلاف مہم سال بھر جاری رہی جس میں اکثر کم آمدنی والے گھرانوں، ریڑھی بانوں اور مہاجرین کو نشانہ بنایا جاتا رہا۔
- اسلام آباد میں غیر رسمی بستیوں کی مسماری کے باعث کئی لوگ بے گھر ہوگئے جس پر مختلف کچی آبادیوں کے مکینوں نے کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی اور ضلعی انتظامیہ کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔

ماحولیات اور موسمیاتی تبدیلی

- تمام بڑے شہروں میں ہوا کے معیار کی سطح سال بھر انتہائی خراب اور خطرناک رہی، جس کی وجہ سے شہری علاقوں میں، خاص طور پر سردیوں میں بیماریوں کا پھیلاؤ جاری رہا۔
- دریائے ستلج میں اگست میں پانی کی سطح میں نمایاں اضافہ ہو گیا، جس کے نتیجے میں مختلف دیہات سے سینکڑوں خاندان نقل مکانی کر گئے اور تقریباً 100,000 افراد بے گھر ہوئے۔
- بلوچستان مارچ اور مئی کے درمیان وقتاً فوقتاً موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے آنے والے سیلاب کی زد میں رہا، جس کے نتیجے میں جان و مال کا نقصان ہوا اور شاہراہیں بند ہوگئیں۔
- سندھ ہائی کورٹ نے ایک تاریخی فیصلہ دیتے ہوئے نگر پارکر کے کارونجھر پہاڑوں میں کسی بھی قسم کی کان کنی اور کھدائی پر پابندی لگادی اور اس پہاڑی سلسلے کو ایک محفوظ ورثے کی فہرست میں شامل کر دیا۔
- جولائی میں، وفاقی کابینہ نے موسمیاتی تبدیلی اور ماحولیاتی انحطاط کے منفی اثرات کے خلاف ملک کی مزاحمت کو بڑھانے کے لیے پہلے قومی موافقت کے منصوبے کی منظوری دی۔

پاکستان اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدے

- پاکستان اقوام متحدہ کے تحت ہونے والے چوتھے سلسلہ وار جائزے (یو پی آر) کے عمل سے گزرا، جس کے بعد حکومت نے فریق ریاستوں کی جانب سے پیش کی گئیں 340 میں سے 253 سفارشات کو قبول کیا۔
- اگرچہ حکومت نے تشدد کی روک تھام سے متعلق ملکی قوانین میں موجود خامیوں کو دور کرنے، شفاف ٹرائل کے حقوق کے نفاذ کو بہتر بنانے، صحافیوں اور انسانی حقوق کے محافظوں کے بہتر تحفظ اور مذہبی اقلیتوں کو زیادہ سے زیادہ تحفظ فراہم کرنے کے اپنے عزم کا اعادہ کیا، لیکن اس نے اس حوالے سے کوئی عملی اقدامات نہیں کیے۔
- حکومت نے جبری گمشدگی سے تمام افراد کے تحفظ کے بین الاقوامی کنونشن کی توثیق سے متعلق سفارشات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے تشدد کے خلاف کنونشن کے اختیاری پروٹوکول کی توثیق کرنے سے بھی انکار کر دیا۔
- حکومت نے سزائے موت سے متعلق سوائے ایک کے تمام سفارشات کو قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ ان میں سے ایک سفارش کا تعلق پھانسیوں پر باقاعدہ پابندی اور شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کے دوسرے اختیاری پروٹوکول کی توثیق سے ہے۔

(ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ، **2023 میں پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال** سے)

پاکستان میں خودکشی کے بڑھتے ہوئے رجحانات

محمد ثاقب

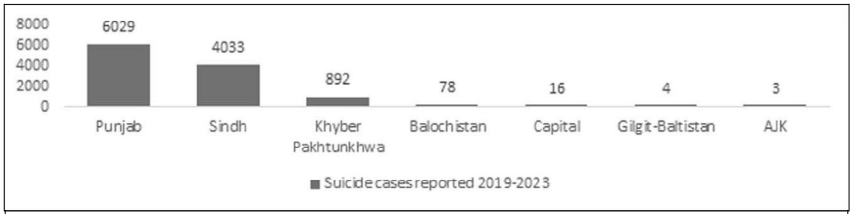

ان اعداد وشمار کے مطابق 2143 واقعات صرف 2023 میں واقع ہوئے۔ان میں 343 افراد ایسے تھے جن کی زندگیاں ان کے اس اقدام کے بعد بچالی گئیں۔

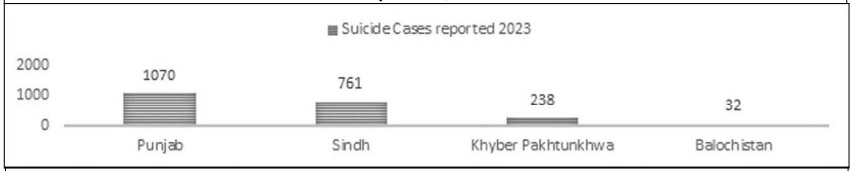

سال 2023 میں سب سے زیادہ لاہور سے ایسے واقعات رپورٹ کیے گئے۔

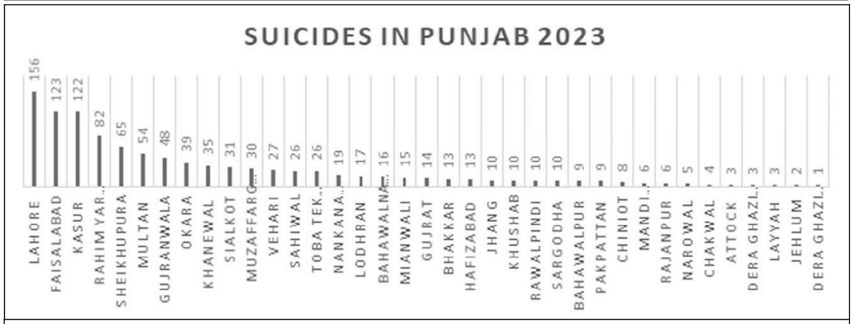

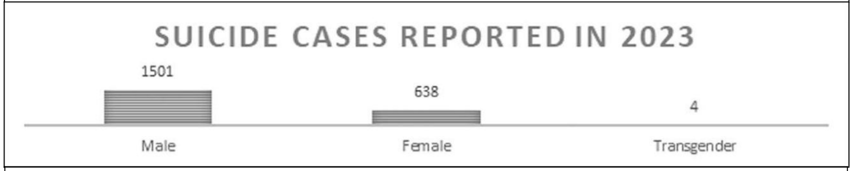

سال 2023 میں مَردوں کی تعداد خواتین کی تعداد سے تقریباً 28 فیصد زیادہ تھی۔

خودکشی کا لفظ زبان پر آتے ہی کسی بھی شخص کے جسم میں ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کچھ ایسی ہی حالت میری اُس دن ہوئی جب میری نظر ایک خبر پر پڑی کہ رحیم یار خان کی تحصیل صادق آباد میں ایک بوڑھی خاتون نے ٹرین کے نیچے آکر خودکشی کرنے کی کوشش کی ہے۔ٹرین کے ڈرائیور نے بروقت بریک لگا کر خاتون کی زندگی کو بچا لیا اور اس یمقامی پولیس کے حوالے کر دیا۔ پولیس کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ بُڑھیا کے گھر والوں نے اسے گھر سے نکال دیا تھا اور وہ مایوس ہو کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دینا چاہتی تھی۔اسی طرح کا ایک اور واقع قصور میں پیش آیا جب ایک شخص نے گھریلو ناچاکی پر غصہ میں آکر زہریلی دوا پی کر اپنی جان لینے کی کوشش کی۔اسے بروقت ہسپتال پہنچا کر اس کی زندگی بچالی گئی لیکن پولیس نے اس پر خودکشی کا مقدمہ درج کر لیا۔

پاکستان میں ایسے بہت سے واقعات روز رونما ہوتے ہیں اور کبھی کبھی اخبارات میں رپورٹ بھی ہو جاتے ہیں۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اخبارات میں موجود اس طرح کی خبروں کے اعداد وشمار گزشتہ کئی سالوں سے اکٹھا کر رہا ہے۔کمیشن کے اکٹھا کیے گئے گزشتہ پانچ سالوں کے اعداد وشمار کے مطابق کل 11,055 واقعات پیش آئے جن میں 7,021 (63 فیصد) مرد، اور 4028 (36 فیصد) خواتین اور 5 خواجہ سرا شامل ہیں۔ان خودکشی کے واقعات میں 3 فیصد کم عمر بچے بھی شامل ہیں۔

اس امر میں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ کون سے ایسے حالات ہیں جن سے دل برداشتہ ہو کر کوئی بھی شخص یہ سنگین قدم اٹھاتا ہے۔ ماہرِ نفسیات کے مطابق خودکشی کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ جن میں ذہنی صحت کے عوارض، ناامیدی، بے بسی، شدید جذباتی تکلیف، منشیات کا استعمال، اکیلا پن، دائمی بیماری، جان لیوا چیزوں تک رسائی، اور بعض اوقات کسی نقصان کے باعث کوئی بھی شخص خودکشی کرنے کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔کمیشن کے اکٹھا کردہ 2023 کے اعداد وشمار کے مطابق 32 فیصد مرد و خواتین نے گھریلو ناچاکی کی وجہ سے اور 10 فیصد مرد اور خواتین نے غربت سے تنگ آکر خودکشی کی جبکہ 4 فیصد ایسے لوگوں کے بارے میں بھی اخبارات میں رپورٹ کیا گیا کہ وہ پہلے سے کسی ذہنی مرض میں مبتلا تھے۔

عالمی ادارہ صحت کی جائزہ رپورٹ 2023 کے مطابق پاکستان میں تقریباً ہر لاکھ آبادی میں 9 افراد اپنی زندگی کے خاتمے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور مردوں میں یہ تعداد تقریباً 13 افراد فی لاکھ ہے اور عورتوں میں یہ تناسب 5 افراد فی لاکھ ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق ایسے ممالک جہاں اکثریتی آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے وہاں اقدام خودکشی میں واضح کمی ہے لیکن اسی رپورٹ کے مطابق پاکستان اور مسلم اکثریتی آبادی والے ممالک میں ایسے واقعات بہت کم رپورٹ کیے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ایسے واقعات اس وجہ سے بھی کم رپورٹ کیے جاتے ہیں کیونکہ پاکستان میں اکثر ذہنی صحت کے مسائل کو اچھی طرح سے نہیں سمجھا جاتا اور معاشرے میں خودکشی کے بارے میں ایک مضبوط تعصب بھی پایا جاتا ہے۔ ایک اور بڑی وجہ قانونی مسائل کی بھی ہے۔ دسمبر 2022 تک ایسے افراد پر تعزیرات پاکستان 1860 کی دفعہ 325 کے تحت مقدمہ درج کیا جاتا تھا جس کی سزا زیادہ سے زیادہ ایک سال قید، جرمانہ، یا دونوں سزائیں ہو سکتی تھیں۔لیکن، اب ایسا نہیں ہے۔ دسمبر 2022ء میں، دفعہ 325 کو ختم کر دیا گیا، جس کا مطلب ہے کہ پاکستان میں خودکشی کی کوشش اب جرم نہیں ہے۔ یہ تبدیلی خودکشی کو جرم کی بجائے ذہنی صحت کے مسئلے کے طور پر دیکھنے کی طرف ایک تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے۔لیکن 2023 میں بھی سینکڑوں افراد پر فرد جرم عائد کی گئی۔

موجودہ قانون کے مطابق، پاکستان میں خودکشی کی کوشش ایک جرم نہیں ہے، اس لیے پولیس کے پاس اس کی ایف آئی آر درج کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے درحقیقت غلط فہمی اور بے حسی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اس بات سے آگاہ کیا جائے کی خودکشی کی کوشش جرم نہیں ہے بلکہ ذہنی صحت کا مسئلہ ہے جس کے لیے مدد کی ضرورت ہے۔

پنجاب سمیت پاکستان میں چائلڈ لیبر کی صورتحال: ایک فکری جائزہ

مدثر احمد طاہر

چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن ہر سال 12 جون کو منایا جاتا ہے جس کا مقصد چائلڈ لیبر کے بارے میں شعور اجاگر کرنا اور اس کے خاتمے کے لیے اقدامات کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ 2002 میں انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (آئی ایل او) کی جانب سے شروع کیا گیا یہ دن بچوں کی مزدوری کا مقابلہ کرنے میں تعلیم اور سماجی تحفظ کے نظام کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ یہ مشاہدہ جڑ پکڑ رہا ہے کہ پنجاب کی مصروف گلیوں، اینٹوں کے بھٹوں، فیکٹریوں اور زرعی کھیتوں میں پانچ سال تک کی عمر کے بچے کم اجرت پر لمبے وقت تک کام کرتے پائے جاتے ہیں۔ یہ بچے اکثر خطرناک حالات کا سامنا کرتے ہیں، خطرناک مشینری، زہریلے کیمیکلز کو سنبھالتے ہیں، اور بھاری بوجھ اٹھاتے ہیں . یہ سب کچھ چائلڈ لیبر کے زمرے میں آتا ہے۔ چائیلڈ لیبر کا شکار بچوں کے اہل خانہ کو درپیش معاشی مشکلات اور تعلیم کی اہمیت کے بارے میں شعور کی کمی ان کمسن بچوں کو مزدوری کی طرف راغب کرتی ہے۔

چائلڈ لیبر پاکستان میں خاص طور پر صوبہ پنجاب میں ایک اہم مسئلہ ہے، باوجود اس کے کہ اسے حل کرنے کی متعدد کوششیں کی جا رہی ہیں۔

پنجاب میں بچوں کی آبادی پنجاب کی کل آبادی کا 44 فیصد ہے۔ پنجاب چائلڈ لیبر سروے (پی سی ایل ایس) 2019-2022 کے مطابق 5 سے 14 سال کی عمر کے بچوں میں چائلڈ لیبر کی شرح 13.4 فیصد ہے جبکہ 5 سے 17 سال کی عمر میں چائلڈ لیبر کا پھیلاؤ 16.9 فیصد ہے۔ لاکھوں بچے مزدوری سے وابستہ ہیں، پاکستان کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں عالمی سطح پر چائلڈ لیبر کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس مضمون میں پنجاب میں چائلڈ لیبر کی صورتحال، قانونی فریم ورک، اس کے نقائص اور اصلاحات کی فوری ضرورت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پاکستان کا سب سے زیادہ آبادی والا صوبہ پنجاب ملک میں چائلڈ لیبر کے مسئلے کا ایک بڑا حصہ برداشت کرتا ہے۔

پنجاب میں چائلڈ لیبر کے پھیلاؤ کی وجوہات اور نتائج کو کئی عوامل سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اس کی پہلی اور بنیادی وجہ غربت ہے۔ غربت کی لکیر سے نیچے رہنے والے خاندان اکثر بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اپنے بچوں کے ذریعہ پیدا کردہ آمدنی پر انحصار کرتے ہیں۔ یہ معاشی مجبوری بہت سے والدین کو اپنے بچوں کو اسکول کے بجائے کام پر بھیجنے پر مجبور کرتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تعلیم کا فقدان ہے۔ معیاری تعلیم تک ناکافی رسائی اور اسکول چھوڑنے کی بلند شرح بچوں کی مزدوری کے مسئلے میں اضافہ کرتی ہے۔ بہت سے بچے جو وقت سے پہلے اسکول چھوڑ دیتے ہیں وہ استحصالی مزدوری کے حالات میں ختم ہو جاتے ہیں۔ مزید برآں، ثقافتی اقدار ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں . کچھ برادریوں میں، فیملی کی آمدنی میں حصہ ڈالنے کے ذریعہ کے طور پر چائلڈ لیبر کو ثقافتی طور پر قبول کیا جاتا ہے، جس سے استحصال کے چکر کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ اس تناظر میں، میں والدین کی پرورش پر توجہ مرکوز کروں گا کہ سب سے پہلے، والدین کو یہ سمجھنا چاہئے کہ بچوں کی دیکھ بھال کی بنیادی اور لازمی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے۔ غربت کی وجہ سے بچوں کو کام پر رکھنا ان کی صحت اور بچپن پر منفی اثر ڈال سکتا ہے، جس سے انہیں جنسی تشدد، جسمانی تشدد، ذہنی تناؤ اور طاقت کے زیادہ استعمال کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہ صورت حال بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہے، جس کا آغاز ان کے والدین کی محبت سے محرومی سے ہوتا ہے اور تعلیم اور کھیل کے حقوق تک پھیل جاتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو کام کی جگہ کے بجائے اسکول بھیجیں کیونکہ تعلیم بچوں کا بنیادی حق اور والدین کی ذمہ داری ہے۔ اگرچہ بچوں کو کام پر رکھنے سے کم آمدنی ہو سکتی ہے، لیکن نقصانات نمایاں ہیں۔ بچے جو وقت کام کرتے ہیں وہ انہیں خطرات سے گھیر لیتا ہے۔ بچوں کو کام پر لگا کر والدین نہ صرف اپنے بچوں کو خطرے میں ڈالتے ہیں بلکہ انہیں مناسب بچپن کے حق سے بھی محروم کرتے ہیں۔

پاکستان نے چائلڈ لیبر کے خاتمے کے لیے متعدد بین الاقوامی کنونشنز کی توثیق کی ہے جن میں اقوام متحدہ کا کنونشن برائے حقوق اطفال (یو این سی آر سی) اور انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (آئی ایل او) کنونشن نمبر 138 اور نمبر 182 شامل ہیں۔

آئیے موجودہ قوانین اور پالیسیوں کے بارے میں بات کرتے ہیں پاکستان میں چائلڈ لیبر کا مقابلہ کرنے کے لئے متعدد قوانین موجود ہیں، جن میں بچوں کی روزگار ایکٹ 1991، بچوں کے روزگار پر پنجاب پابندی ایکٹ 2016، اور پنجاب بے سہارا اور نظر انداز شدہ بچوں کا ایکٹ 2004 شامل ہیں۔ یہ قوانین عمر کی حد مقرر کرتے ہیں اور بچوں کے کام کی اقسام کو منظم کرتے ہیں۔ تاہم مختلف خامیوں اور نفاذ کے چیلنجز کی وجہ سے ان کا اثر اکثر محدود ہوتا ہے۔ چائلڈ لیبر سے مؤثر طریقے سے نمٹنے کے لئے، بچوں کو افرادی قوت میں لانے والی سماجی و اقتصادی بنیادی وجوہات کو حل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس میں جامع حکمت عملی شامل ہے جو محض پابندی اور سزاؤں سے آگے بڑھ کر ایک ایسا ماحول پیدا کرنے پر توجہ مرکوز کرتی ہے جہاں بچوں اور ان کے اہل خانہ کو پائیدار معاش کے لئے درکار وسائل اور مواقع تک رسائی حاصل ہو۔ غربت بچوں کی مزدوری کا بنیادی محرک ہے۔ غربت میں مبتلا خاندان اکثر بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اپنے بچوں کے ذریعہ پیدا کردہ آمدنی پر انحصار کرتے ہیں۔ لہٰذا غربت کے خاتمے کے موثر پروگرام ضروری ہیں۔

میری تجویز ہے کہ موجودہ قوانین کے نفاذ کو بہتر بنا کر اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے مزید سخت سزائیں متعارف کروا کر قانون کے نفاذ کو مضبوط بنایا جائے۔ مزید برآں، ضرورت مند خاندانوں کی مدد کے لئے سماجی تحفظ کے پروگراموں کو وسعت دینے سے بچوں کی مزدوری پر ان کا انحصار کم ہو سکتا ہے۔ کمیونٹی کی شمولیت اور وکالت چائلڈ لیبر کے بارے میں شعور اجاگر کرنے اور ثقافتی رویوں کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مزید برآں، جامع اور پائیدار حل تخلیق کرنے کے لیے سرکاری اداروں، این جی اوز، بین الاقوامی تنظیموں اور نجی شعبے کے درمیان تعاون کو فروغ دینا ضروری ہے۔

پنجاب اور پاکستان بھر میں چائلڈ لیبر کی سماجی و اقتصادی بنیادی وجوہات کو حل کرنے کے لئے ایک کثیر الجہتی نقطہ نظر کی ضرورت ہے جس میں غربت کے خاتمے، معیاری تعلیم تک رسائی، سماجی تحفظ، کمیونٹی کی شمولیت، قانونی اصلاحات اور معاشی ترقی کو یکجا کیا جائے۔ جامع اور پائیدار حکمت عملی پر عمل درآمد کے ذریعے پاکستان ایک ایسا ماحول تشکیل دے سکتا ہے جہاں بچے سیکھنے، کھیلنے اور بڑھنے کے لیے آزاد ہوں اور بالآخر چائلڈ لیبر کے چکر کو توڑ کر روشن مستقبل کی راہ ہموار کریں۔

پنجاب میں چائلڈ لیبر کی حالت ایک نازک مسئلہ ہے جس پر فوری اور مسلسل کارروائی کی ضرورت ہے۔ یہ نہ صرف ایک اخلاقی اور اخلاقی ضرورت ہے بلکہ پنجاب کے بچوں کے روشن مستقبل کو یقینی بنانے کے لئے ایک ضروری قدم بھی ہے۔ بنیادی وجوہات کو حل کرنے اور موثر اقدامات پر عمل درآمد کے ذریعے، ہم ایک ایسے معاشرے کی طرف گامزن ہو سکتے ہیں جہاں ہر بچے کو ایک محفوظ اور پرورش پذیر ماحول میں بڑھنے، سیکھنے اور پھلنے پھولنے کا موقع ملے۔

انسانی حقوق اور اُن کی تاریخ

تربت لاپتہ افراد کے اہل خانہ کی جانب سے ڈپٹی کمشنر کیچ کے دفتر کے سامنے دھرنا گاہ میں ایک سیمینار بعنوان "انسانی حقوق اوران کی تاریخ" کا اہتمام کیا گیا جس کے مرکزی مقرر ادیب و دانشور، انسانی حقوق کے رہنما اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مکران ریجن کے کوارڈینیٹر پروفیسر غنی پرواز تھے۔

پروفیسرغنی پرواز نے انسانی تاریخ میں بنیادی حقوق پر روشنی ڈالی اور کہا کہ محققین کے مطابق انسان اس سرزمین پر تقریباً دس لاکھ سال قبل آباہوا، پہلی ریاست غلامانہ ریاست تھی۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ انسان کے بنیادی حقوق کا تحفظ یقینی بنائے اوراورانہیں تمام بنیادی سہولتیں فراہم کرے۔

انہوں نے جبری گمشدگیوں کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جبری گمشدگیاں فوجی آمریت کی پیداوار ہیں، ان کا آغاز 1970 میں لاطینی امریکی ملک ارجنٹائن میں شروع ہوا، پھر دیگر ممالک میں جبری گمشدگیوں کا سلسلہ شروع ہوا، بعد میں ہندوستان نے کشمیریوں کے خلاف بطور حربہ جبری گمشدگی کا سلسلہ شروع کیا، ہندوستان کو دنیا میں جمہوریت کا علمبردار سمجھا جاتا ہے اسی لیے جمہوریت کی وجہ سے یہ سلسلہ ہندوستان میں رک گیا۔

پاکستان میں جبری گمشدگی بلوچوں کے خلاف سابق وزیراعظم ذوالفقارعلی بھٹو کے دور میں سردار عطاءاللہ مینگل کے بیٹے اسد مینگل کواغوا کر کے کیا گیالیکن پھر یہ بات سامنے آئی کہ اسد مینگل کو گرفتار کر کے قتل کیا گیا، لیکن پاکستان میں اجتماعی سطح پر اس کا آغاز سابق فوجی آمر جنرل پرویز مشرف کے زمانے میں بلوچستان میں شروع کیا گیا، بلوچ رہنماء عبدالنبی بنگلزئی کو 2000 میں جبری طور پر لاپتہ کیا گیا، زرینہ مری ایک خاتون زرینہ مری کو بھی جبری لاپتہ کیا گیا۔

بلوچ سیاسی قائد چیرمین غلام محمد کو دو دیگر دوستوں کے ہمراہ جبری اغوا کے بعد قتل کر کے ان کی مسخ لاشیں پھینکی گئیں۔ پھراس کے بعد ڈاکٹر دین محمد اور نوجوان سیاسی رہنما ذاکر مجید بھی جبری طور پرلاپتہ کردیئے گئے اس کے بعد سے لیکر تاحال بلوچستان میں یہ سلسلہ جاری ہے اوراب تک ہزاروں سیاسی کارکنوں اورعام شہریوں کولاپتہ کیا گیا ہے۔ جبری طور پرلوگوں لاپتہ کرنا غیر قانونی، غیر انسانی، غیر شرعی اور غیر اخلاقی و وحشیانہ عمل ہے جس کی اجازت دنیا کا کوئی قانون نہیں دے سکتا۔

انہوں نے کہا کہ اس وقت بلوچستان میں رجسٹرڈ لاپتہ افراد کی تعداد 7 ہزار ہے جن میں تقریباً 2 ہزار جبری طور پر لاپتہ ہونے کے بعد مارے گئے ہیں۔ بعض کو جعلی مقابلوں کے ذریعے بھی مارا گیا ہے۔ شہریوں کو جبری طور پر لاپتہ کرنا جنیوا کنونشن، انسانی حقوق کے عالمی قانون اور خود پاکستانی قانون کے مطابق ایک جرم ہے، اقوام متحدہ کی جانب سے ہرسال 30 اگست کو جبری گمشدگیوں کا عالمی دن منایا جاتا ہے، فلپائن میں 2007 میں جبری گمشدہ افراد کے ساتھ اظہار یکجہتی کا عالمی دن منایا گیا۔

اقوام متحدہ کی جانب سے جبری گمشدگی کے شکار افراد کو رجسٹرڈ کیا جاتا ہے، ایچ آر سی پی بھی رجسٹرڈ کرتا ہے۔ ۔ انہوں نے کہا کہ ماضی میں لوگوں کو لاپتہ کر کے رہا کیا جاتا تھا مگر اب یہ رجحان کم ہے، انہوں نے کہا کہ لوگوں کو لاپتہ کرنے والے طاقت ورعناصر اور اہل اقتدار بلوچ شورش کی آڑ میں عام بلوچ سیاسی کارکنوں کی جبری گمشدگی کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔

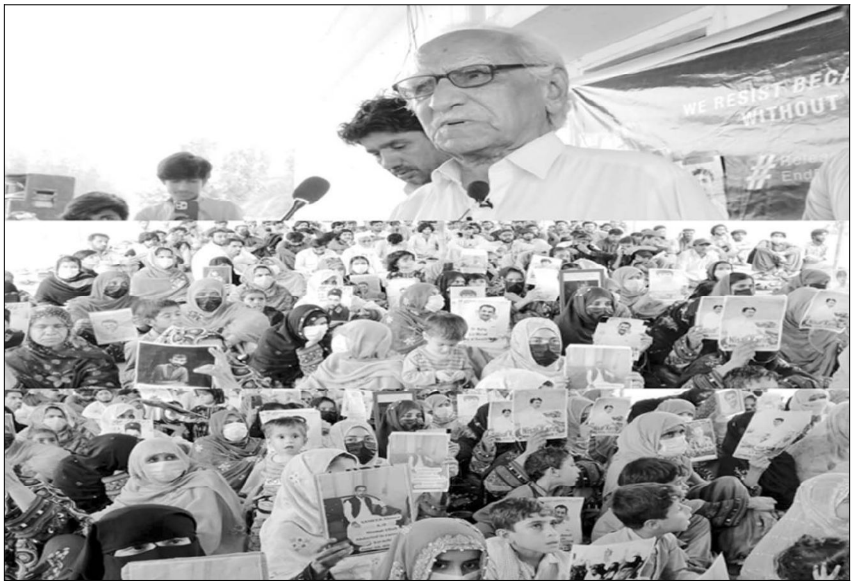

شہریوں کو جبری طور پر لاپتہ کرنا جنیوا کنونشن، انسانی حقوق کے عالمی قانون اور خود پاکستانی قانون کے مطابق ایک جرم ہے، اقوام متحدہ کی جانب ہرسال 30 اگست کو جبری گمشدگیوں کا عالمی دن منایا جاتا ہے، فلپائن میں 2007 میں جبری گمشدہ افراد کے ساتھ اظہار یکجہتی کا عالمی دن منایا گیا۔

سیمینار کے اختتام میں سوال جواب کا سیشن بھی رکھا گیا تھا جہاں انسانی حقوق اور بلوچستان کے حالات پر شرکا نے سوالات کیے اور پروفیسر غنی پرواز نے ان سوالوں کے جوابات دیے۔

پروگرام میں بلوچ یکجہتی کمیٹی کے مرکزی رہنما صبغت اللہ عبدالحق بلوچ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ لاپتہ افراد کے لواحقین شدید گرمی میں پیاروں کی بازیابی کے لیے تکلیف دہ حالات میں بیٹھے ہیں جن میں خواتین و بچے بھی شامل ہیں جو شدید گرمی میں دہری اذیت کا شکار ہیں لیکن حکومتی ادارے ٹس سے مس نہیں ہو رہے ہیں۔ اپنے پیاروں کی بازیابی کے لیے ان کے اہل خانہ کا مطالبہ جائز اور ریاست کے آئین کے مطابق ہے۔ آئین اور آئینی اداروں کے قیام کا مقصد ہی یہی ہے لیکن اس ملک میں ایک طبقہ ہے جو اپنے آپ کو تمام آئین وقانون سے مبرا سمجھتا ہے اسی لیے وہ لوگوں کو جبری طور پر لاپتہ کرتا ہے۔

پروگرام میں ضلع کیچ کے مختلف علاقوں سے لاپتہ ہونے والے افراد کے اہل خانہ نے بھی خطاب کرتے ہوئے اپنے پیاروں کی بازیابی کا مطالبہ کیا۔ جبکہ پروگرام کے دوران شدید گرمی کی شدت سے ایک خاتون کی طبیعت ناساز ہوگئی۔

اس موقع پر لاپتہ افراد کے خاندانوں کے علاوہ بڑی تعداد میں عام افراد، مختلف طلبہ تنظیموں اور سیاسی جماعتوں کے کارکنان اور سول سوسائٹی کے رہنما موجود تھے۔

(بشکریہ ڈیلی ایگل کیچ)

تین سینیٹری ورکرز مین ہول کی صفائی کرتے ہوئے جاں بحق

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو محمد خان میں تین سینیٹری ورکرز شہر کے مین ہول کی صفائی کے دوران ایک دوسرے کو بچاتے ہوئے جاں بحق ہو گئے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق ٹنڈو محمد خان کے اسٹیشن روڈ پر اناج منڈی کے میں ہول کی صفائی کے دوراں مین ہول کے اندر گیس بھر جانے کے باعث ایک سینیٹری ورکر بیہوش ہوگیا تو اس کا ساتھی اسے بچانے کے لیئے میں ہول میں کودا مگر واپس نہ آیا تو تیسرا بھی اپنے دو ساتھیوں کو بچانے کے لیئے اندر گیا۔ تاہم، تینوں بے ہوش ہوکر مین ہول میں ڈوب گئے۔ اطلاع پر متعدد شہریوں سینیٹری ورکرز اور فلاحی تنظیموں کے رضا کاروں نے پولیس کی مدد سے تینوں لاشیں نکالیں۔ لاشیں ڈی ایچ کیو ہسپتال پہنچایا جہاں ڈاکٹرز نے تینوں ورکروں کے موت کی تصدیق کی۔ جس کے بعد متوفین کے ورثاء نے لاشیں خیدرآباد ابدین سڑک پر رکھ کر دھرنا دیا۔ مظاہریں نے حفاظتی آلات نہ ملنے پر میونسپل انتظامیہ کے خلاف شدید نعرے بازی کی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سینیٹری ورکروں کی ہلاکتوں میں لاپرواہی کرنے والی انتظامیہ کے خلاف سخت کاروائی کی جائے۔ دوسری جانب چیئرمین میونسپل کمیٹی سید شاہ نواز شاہ نے دھرنے میں پہنچ کر جانبحق ہونے والوں کے ورثاء کو تین تین لاکھ کا اعلان کرکے دھرنا ختم کرایا۔

(محمد رمضان شورو)

تفریحی پارک کی زبوں حالی کا فوری نوٹس لیا جائے

نوشکی نوشکی کی آبادی تین لاکھ سے زائد ہے۔ بڑی جدوجہد اور کاوشوں کے بعد نوشکی میں پارک کی تعمیر کا منصوبہ شروع کیا گیا۔ 15 جولائی 2004 کو سابق گورنر بلوچستان اویس احمد غنی نے پارک کا افتتاح کیا لیکن متعلقہ حکام کی عدم توجہی کے باعث پارک فعال نہیں ہو سکا۔ 2017 میں سابق صوبائی وزیر بلدیات حاجی میر غلام دستگیر بادینی نے وزیراعلیٰ بلوچستان پیکیج سے پارک کے لیے 40 ملین روپے کی گرانٹ مختص کی۔ پارک میں شہید لیفٹیننٹ صفی اللہ بادینی ٹوڈلر ہال تعمیر کرکے بچوں کو بہتر تفریحی سہولیات کی فراہمی کے لیے ٹرین ٹریک، جھولوں سمیت مختلف قسم کے تفریحی آئیٹمز کی تنصیب عمل میں لائی گئی۔ مگر بدقسمتی سے، صفائی نہ ہونے کی وجہ سے پارک گندگی کے ڈھیر میں تبدیل ہورہا ہے۔ پارک گزشتہ چھ سالوں سے تباہی اور تنزلی کا شکار ہے۔ پارک کے درخت اور گھاس پانی نہ ملنے کی وجہ سے خشک ہورہے ہیں۔ پارک میں خودرو جڑی بوٹیوں کی بہتات نے مزید مشکلات پیدا کردی ہیں۔ اسٹریٹ لائٹس کے پول ناکارہ ہوگئے ہیں۔ ٹریک بھی ٹوٹ پھوٹ سے دوچار ہے ٹوڈلر ہال میں تنصیب آئٹمز بھی ٹوٹ پھوٹ سے دوچار ہوگئے ہیں۔ بچوں کے جھولے بھی قابل استعمال نہیں رہے۔ پارک میں بارشوں کی وجہ سے خودرو جڑی بوٹیوں کی وجہ سے چلنا محال ہوگیا ہے۔ پارک زہریلے کیڑے مکوڑوں کی آماجگاہ بن گیا ہے جس سے کسی وقت بھی کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہوسکتا ہے۔ کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والے تفریحی پارک کے لیے چھ سالوں کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی کسی بہتر حکمت عملی کا وضع نہ ہونا متعلقہ ادارے، انتظامیہ اور عوامی نمائندوں کی کارکردگی اور عدم توجہی پر سوالیہ نشان ہے۔ کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والے تفریحی پارک کو فعال بناکر نوشکی کے شہریوں اور بالخصوص بچوں کو بہتر تفریحی سہولیات دیکر نوشکی کی خوبصورتی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ نوشکی کے نوجوانوں اور شہریوں سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے پارک اور لائبریریوں کو آباد رکھنے کے لیے کردار ادا کریں۔ بلدیاتی اداروں کے انتخابات کے بعد بلدیاتی اداروں کے نمائندوں کا چناؤ عمل میں لایا گیا ہے۔ میونسپل کمیٹی نوشکی کے نومنتخب چئیرمین سے بھی اپیل ہے کہ وہ پارک میں تمام تفریحی سرگرمیوں کی بحالی کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور اس حوالے سے تمام ضروری اقدامات کریں۔ (محمد سعید بلوچ)

پاک افغان سرحد پر تجارت و آمدورفت کی بحالی کا مطالبہ

چمن پاکستان کے سرحدی علاقہ پر واقع شہر چمن میں تقریباً سات لاکھ سے زائد نفوس آباد ہیں جن کا ذریعہ معاش تجارت ہے۔ وہ روزانہ کی بنیاد پر چمن سے پاک افغان بارڈر کراس کرکے افغانستان کے شہر ویش بولدک جاکر کاروباری منڈیوں میں کاروبار کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ پاک افغان بارڈر چمن کے دونوں اطراف پر آباد لوگ ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں جن کے درمیان کاروبار، زمینیں اور رشتے مشترک ہیں۔ پاکستان کی آزادی سے پہلے انگریز دور میں بھی یہ لوگ آمدورفت میں آزاد تھے اور حال تک آزاد آرہے ہیں لیکن افسوس حکومت پاکستان کے حالیہ ایک فیصلے ون ڈاکومنٹ رجیم کے نفاذ سے مقامی لوگوں کا کاروبار اور آمدورفت بند ہوا ہے جس پر اہلیان چمن گزشتہ آٹھ مہینوں سے سراپا احتجاج ہیں۔ ان آٹھ مہینوں کے احتجاج میں دو مرتبہ حکومت اور عوام کے درمیان جھڑپیں بھی ہوئی ہیں جس میں 4 افراد ہلاک اور 60 سے زائد افراد شدید زخمی ہوئے ہیں۔ سینکڑوں افراد گرفتار کرکے جیلوں کو منتقل کردیے تھے۔ جو بعد میں علماء کرام اور دیگر عمائدین کی مذاکراتی کوشش سے رہا کیئے گئے لیکن احتجاج کرنے والوں کے قائدین ابھی تک جیل میں بند ہیں۔ احتجاجی تحریک کے سربراہ اور امیر جمعیت علماء اسلام چمن مولانا عبدالمنان اچکزئی نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے سابق ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر محمد صدیق مدنی کو بتایا کہ چمن شہر سرحدی علاقے پر واقع شہر ہے جسمیں نہ کارخانے ہیں اور نہ ملازمتیں۔ اہلیان چمن کا ذریعہ معاش تجارت ہے۔ تجارتی منڈیاں افغانستان کے شہر ویش بولدک میں ہیں اور ہم روزانہ بیس ہزار سے تیس ہزار تک شہری پاک افغان بارڈر چمن کراس کرکے وہاں تجارت اور دکانداری کرتے ہیں۔ اکثر لوگوں کی زمینیں پاکستان اور افغانستان میں مشترک ہیں۔ جس کی وجہ سے مقامی لوگوں کیلئے پاسپورٹ نظام لاگو کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہم اس فیصلے کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ہماری جدوجہد اس وقت تک جاری رہے گی جب تک حکومت پاکستان یہ فیصلہ واپس نہیں لیتی۔ لہذٰا حکومت پاکستان سے اپیل ہے کہ پاک افغان بارڈر چمن کے دونوں اطراف پر آباد لوگوں کے کاروبار اور آمدورفت کا سلسلہ دوبارہ بحال کیا جائے۔

(محمد صدیق)

پسند کی شادی پر ایک اور قتل

نوشہروفیروز تفصیلات کے مطابق نواحی علاقہ ٹھاروشاہ کے قریب گاؤں ٹھاروخان شینو کے رہائشی نوجوان شکیل شینو نے ایک سال قبل پسند کی شادی کی تھی جس پر لڑکی کے والدین ناراض تھے۔ جرگہ میں لیاقت عالمانی نے فیصلہ کیا اور لڑکے پر بارہ لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا اور لڑکی واپس اس کے والدین کو دی گئی جبکہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد لڑکی کے ورثاء نے شکیل شینو کے گھر پر رات کے وقت حملہ کر دیا جس میں گولیاں لگنے سے نوجوان شکیل شینو موقع پر جاں بحق ہو گیا۔ لیاقت عالمانی ممتاز، گلاب بجن اور ایک نامعلوم سمیت پانچ ملزمان پر قتل کا مقدمہ درج کر لیا گیا ہے جبکہ تاحال کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آسکی ہے۔

(الطاف حسین قاسمی)

فیکٹریوں کو بجلی کی معطلی کے خلاف مظاہرہ

خیبر جمرود کے علاقے ملاگوری میں مقامی افراد نے ماربل فیکٹریوں کو بجلی کی فراہمی معطل ہونے کے خلاف ذگہ ٹنل توسیع منصوبے کے کیمپ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا جبکہ وہاں پر احتجاجی کیمپ لگانے کی کوشش کی جو کہ ملاگوری پولیس نے ناکام بنا دی۔ مظاہرین کے مطابق 23 مئی سے ملاگوری میں درجنوں فیکٹریوں کی بجلی معطل کر کے ہزاروں مزدوروں کو بے روزگار کر دیا گیا ہے جبکہ بجلی کی معطلی سے ملاگوری ماربل انڈسٹری تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔ ملاگوری ماربل انڈسٹری سے ہزاروں خاندانوں کی روزی روٹی چلتی ہے۔ مظاہرین کا کہنا ہے کہ ملاگوری ماربل فیکٹریوں کی بجلی معطل کر کے بجلی ذگہ ٹنل توسیع منصوبے کو دی جا رہی ہے۔ مذکورہ منصوبے کے لئے الگ فیڈر دیا جائے۔ ملاگوری پولیس نے موقع پر پہنچ کر ذگہ ٹنل توسیع منصوبے کیمپ کے سامنے احتجاجی کیمپ کو اکھاڑ کر مظاہرین کو منتشر کرنے کے لئے ہوائی فائرنگ کی۔

(منظور آفریدی)

طوفان کے متاثرین کی فوری مدد کی جائے

نواب شاہ کیرتھر کے پہاڑی سلسلے میں بننے والے تھنڈر اسٹروم کے باعث شہید بینظیر آباد میں بدترین طوفان نے تباہی مچا دی۔ 6 جون 2024 کو آنے والے طوفان کے باعث 3 افراد جاں بحق جبکہ 100 سے زائد زخمی ہوئے۔ 11 ہزار کے وی کی مین سپلائی کا پول گر جانے سے بجلی کا بریک ڈاون ہوا اور شہید بینظیر آباد میں چار روز تک بجلی بند رہی جبکہ موبائل ٹاور بھی بری طرح متاثر ہوئے جس سے مواصلاتی رابطے منقطع ہو گئے۔ صرف نواب شاہ شہر میں طوفان کے باعث دیواریں اور چھتیں گرنے سے تین افراد جاں بحق ہوئے جبکہ سائن بورڈز، درخت اور سولر پلیٹیں گرنے سے سو سے زائد افراد کو زخمی حالت میں مقامی ہسپتالوں میں لے جایا گیا۔ نواب شاہ کی تاریخ میں آنے والے اس بدترین طوفان سے قبل انتظامی سطح پر نہ تو کوئی قبل از وقت اقدامات کیے گئے اور نہ ہی عوام کو آگاہ کیا گیا۔ محکمہ موسمیات کی جانب سے بارش کی پیش گوئی ضرور تھی مگر شدید طوفان کی پیشگی اطلاع نہیں دی گئی۔ جبکہ ضلعی انتظامیہ کی جانب سے بھی امدادی اقدامات نہیں کیے گئے۔ شہر میں چار روز تک بجلی کی عدم فراہمی اور پانی کی قلت کیساتھ ساتھ گیس کا بھی بحران رہا۔ دوسری جانب دیہی علاقوں میں کئی کچے مکانات منہدم ہو گئے جبکہ صحرائی پٹی میں بستیوں کی جھونپڑیاں طوفان میں بکھر گئیں، فصلوں کو نقصان پہنچا۔ جبکہ آموں کے باغ تباہ ہو گئے۔ لیکن اس ساری صورتحال میں نقصانات کا جائزہ لینے کیلیے حکومتی سطح پر کوئی پیش قدمی نہیں کی گئی اور نہ ہی نقصانات کا سدباب کرنے سے متعلق اقدامات کیے گئے جو باعث افسوس امر ہے۔ طوفان سے متاثرہ ہر شخص بے بسی کے عالم میں از خود اپنی مدد آپ کے تحت امدادی کام میں مصروف رہا۔

(آصف البشر خان)

زرعی زمینوں پر چھاپہ، ہاری بازیاب

سانگھڑ، عمرکوٹ سیشن کورٹ سانگھڑ کے سیشن جج رسول بخش سولنگی نے کسانوں کو رہا کرتے ہوئے اپنی مرضی سے زندگی بسر کرنے کا حکم دے دیا۔ زمیندار فضل کریم کی زرعی زمینوں پر دو سال سے ہاری لالو بھیل، بھاگو بھیل اور راؤ تو بھیل اپنے خاندان کے بیس افراد سمیت جبری مشقت کر رہے تھے۔ متاثرہ کسانوں نے سیشنز کورٹ میں درخواست دائر کی تھی جس کے بعد سیشن عدالت کے حکم پر ایس ایچ او جھول نے تمام ہاری خاندانوں کو باحفاظت بازیاب کرا کر عدالت میں پیش کیا۔ عدالت نے کسانوں کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی اجازت دے دی۔ یکم جولائی کو سیشن کورٹ عمرکوٹ کے حکم پر بودر فارم پولیس نے تحصیل سامارو کی دیہ ہیرل کے زمیندار عبدالمجید قائم خانی کی زرعی زمین پر چھاپہ مار کر جبری مشقت کے شکار 36 ہاری افراد کو بازیاب کرایا۔

(ابراہیم خلجی، نامہ نگار)

پریس کلب کی غیر قانونی بندش اور صحافیوں کی غیر قانونی حراست کا نوٹس لیا جائے

ڈیرہ غازی خان ڈیرہ غازی خان کی انتظامیہ نے پریس کلب ڈیرہ غازی خان کو صرف اس لیے غیر قانونی طور پر بند کیا ہوا ہے کہ یہاں پر 26 اپریل کو پی ٹی آئی کے مقامی رہنماؤں کو پریس کانفرنس کی اجازت دی گئی تھی اور پھر دوران پریس کانفرنس پریس کلب میں پی ٹی آئی رہنماؤں کو گرفتار کرنے پر احتجاج کیوں کیا گیا۔ اسی جرم کی پاداش میں انسانی حقوق کے کارکن اور صدر پریس کلب شیر افگن بزدار اور صدر انجمن صحافیاں غلام مصطفیٰ لاشاری کو 28 دن تک ڈپٹی کمشنر ڈی جی خان نے 3 ایم پی او کے تحت غیر قانونی طور پر حراست میں لینے، اور دوران حراست تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد جیل بھیج دیا تھا جبکہ باقی عہدیداروں سے زبردستی استعفے لیے گئے۔ اور اب پریس کلب کھولنے کے لیے شرط رکھی جا رہی ہے کہ جب تک صدر پریس کلب اپنے عہدے سے مستعفی نہیں ہوتا پریس کلب بند رہے گا۔ گذشتہ ایک ماہ سے پریس کلب کے مرکزی دروازے کو تالہ لگا ہوا ہے۔

(شیر افگن بزدار)

پولیس اہلکاروں کو تنخواہوں کی ادائیگی کا مطالبہ

نوشکی دسمبر 2023 میں نوشکی پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ایک خاتون سمیت 43 پولیس کانسٹیبلز کے تعیناتی عمل میں لائی گئی جو گزشتہ 6 ماہ سے اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہے ہیں لیکن 6 ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود تنخواہوں کی عدم ادائیگی سے پولیس اہلکاروں کو انتہائی مشکلات دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ پولیس اہلکار تنخواہوں کی عدم ادائیگی سے عیدالاضحیٰ پر قربانی کا فریضہ ادا نہیں کر سکے اور اپنے بچوں کے لیے کپڑے جوتے اور دیگر اشیاء کی خریداری نہیں کر سکے۔ اس مہنگائی کے دور میں 6 ماہ سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مذکورہ پولیس اہلکاروں کو جن مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کا اندازہ صرف وہی کر سکتے ہیں۔ متاثرہ پولیس اہلکاروں نے وزیر اعلیٰ بلوچستان اور آئی جی بلوچستان کی توجہ اس مسئلہ کے جانب مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں گزشتہ 6 ماہ کے تنخواہوں کی ادائیگی کے احکامات فوری طور پر جاری کر کے مالی مصائب اور مشکلات سے نجات دلائی جائے۔

(محمد سعید)

پاسپورٹ کے حصول میں مشکلات

چمن ضلع چمن کے پاسپورٹ آفس میں پاسپورٹ بنانے کے لیے لوگوں کی بہت بڑی تعداد جمع ہو جاتی ہے۔ دفتر کے دس کاونٹرز کی بجائے اب صرف 1 کاونٹر پر کام جاری ہے۔ چمن پاسپورٹ آفیسر ملک نادر کے مطابق 10 کاونٹر کا کام ایک آفیسر کنٹرول نہیں کر سکتا اس لیے ابھی صرف ایک کاونٹر پر کام جاری ہے۔ چمن کے پاسپورٹ آفس میں پاسپورٹ حاصل کرنے میں اہلیان چمن کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جن میں ایک بڑا مسئلہ عملے کی کمی سے متعلق ہے۔ متعلقہ حکام سے مطالبہ ہے کہ پاسپورٹ دفتر چمن میں عملے کی تعداد بڑھائی جائے تاکہ پاسپورٹ کے درخواست گزاروں کو مشکلات اور تاخیر کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ (محمد صدیق)

بچوں کے ساتھ مبینہ جنسی زیادتی کے واقعات

اوکاڑہ/ چنیوٹ/ میانوالی دیپالپور کے نواحی گاؤں 47 ڈی کی 12 سالہ معذوری سے متاثرہ بچی کو اس کے سگے باپ محمد اسلم نے زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا۔ بچی کی والدہ نے پولیس تھانہ صدر دیپال پور کو درخواست دائر کی۔ پولیس تھانہ صدر دیپالپور کے ایس ایچ او جہانزیب حاکم نے بچی کا میڈیکل کروانے سے انکار کر دیا۔ تاہم، ڈی پی او اوکاڑہ کے نوٹس پر مقدمہ درج کیا گیا۔ ملزم کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ واقعہ 12 جون کو پیش آیا تھا۔ ایک اور واقعے میں 15 جون کو تھانہ حجرہ شاہ مقیم کو فون کال موصول ہوئی کہ قلعہ سوندا سنگھ میں قاری محمد اکرام نے ایک 13 سالہ بچے کو مسجد کے حجرے میں جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا ہے۔ پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا تھا۔ بچے سے زیادتی کا تیسرا واقعہ چنیوٹ کے علاقہ بھوانہ سے رپورٹ ہوا جہاں چک نمبر 211 میں پیش امام محمد عدنان نے آٹھ سالہ بچے کو مبینہ طور پر جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا۔ پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا تھا۔ میانوالی کے علاقہ ہرنولی میں 14 سالہ بچے کو کچھ لوگوں نے جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ متاثرہ بچہ ایک حجام کی دکان پر کام کرتا تھا۔ اطلاعات کے مطابق، اسے تین افراد اپنے ساتھ بٹھا کر کہیں لے گئے، اور بعدازاں گھر پہنچنے پر بچے نے اپنے ماموں کو خود کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے بارے میں آگاہ کیا۔ پولیس نے واقعے کا مقدمہ درج کر لیا تھا۔ وقوعہ 6 جون کو پیش آیا تھا۔

(اصغر حسین حماد، سیف علی خان، محمد رفیق)

احتجاجی دھرنا

خیبر لنڈی کوتل کے مقام چاروازگئی پر صحافی خلیل جبران شہید کے ورثاء کو انصاف دلانے، ان کے خاندان کو شہید پیکیج دینے، قاتلوں کی گرفتاری اور امن کی بحالی کے لئے بارہویں روز بھی احتجاج جاری رہا۔ مقررین نے صحافی خلیل جبران شہید کی مارکیٹ میں سنوکر ہال کو گزشتہ روز آگ لگنے کے واقعہ اور وہاں توڑ پھوڑ کی شدید مذمت کی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں اور پولیس کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ خلیل جبران کی شہادت کے بعد تسلسل کے ساتھ رات گئے شدت پسند اور شرپسند نمودار ہوتے ہیں تاہم ابھی تک ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی جس سے کئی شکوک وشبہات جنم لے رہے ہیں۔ مقررین نے کہا کہ جب تک خلیل جبران کے قاتل گرفتار نہیں کئے جاتے تب تک قومی احتجاج جاری رہے گا۔

(مسعود شاہ)

اغواء کے بعد خاتون کو قتل کر دیا گیا

اوکاڑہ ضلع اوکاڑہ کی رہائشی مقصوداں بی بی کو اغوا کرنے کے بعد قتل کر کے اس کی نعش کماد کی فصل میں پھینک دی گئی۔ خاتون کی لاش 2R/28 میں کماد کی فصل سے برآمد ہوئی تھی۔ پنجاب فرانزک سائنس ایجنسی کی ٹیموں نے شواہد جمع کر کے لاش کو ہسپتال منتقل کر دیا۔ 13 جون 2024 کو خاتون کے بیٹے سید گوہر فرید کی مدعیت میں خاتون مقصوداں بی بی کے اغواء کا مقدمہ درج ہوا تھا اور ڈی پی او اوکاڑہ طارق عزیز سندھو نے خاتون کے اغواء کا نوٹس لے رکھا تھا۔ ڈی پی او کی ہدایت پر ڈی ایس پی صدر اوکاڑہ اور ایس ایچ او صدر تھانہ اوکاڑہ پر مشتمل خصوصی ٹیم تشکیل دی گئی۔ صدر اوکاڑہ پولیس نے ملزم شہزاد کو گرفتار کیا جس کے بعد ملزم کے انکشاف پر لاش برآمد ہوئی۔ ملزم شہزاد مقتولہ مقصوداں بی بی کا عزیز ہے جس نے کسی بہانے اسے اغواء کر کے پہلے گلا دبا کر ہلاک کر دیا تھا پھر نعش فصلوں میں پھینک دی۔ پولیس کی مزید تحقیقات جاری ہیں۔

(اصغر حسین حماد)

اساتذہ کی کمی، درجنوں بچے تعلیم سے محروم

چمن گورنمنٹ پرائمری اسکول مدرسہ بحرالعلوم جامع مسجد نور گھوڑا اسپتال روڈ چمن کی تعلیمی کمیٹی کے چیئرمین عبید اللہ کاکوزئی اور ناظم تعلیمات حافظ سیف الرحمٰن صدیق نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے نمائندے کو بتایا کہ مدرسہ بحرالعلوم چمن کے منتظمین نے بچوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے مزین کرنے کے لیے دس سال پہلے ایک گورنمنٹ پرائمری سکول کی منظوری لی تھی۔ اسکول میں صرف ایک استاد تعینات ہے جبکہ زیر تعلیم بچوں کی تعداد 61 سے تجاوز کر گئی ہے۔ اساتذہ کی قلت کے باعث مزید درجنوں بچے داخلے محروم ہیں۔ اسکول میں محض ایک استاد کے لیے چھ کلاسز اور تیس سے زائد مضامین پڑھانا مشکل ہے۔ ہم نے محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام کو کئی بار اس مسئلہ سے آگاہ ہے مگر انہوں نے تاحال اس کا نوٹس نہیں لیا۔ ابھی بھی سیکرٹری تعلیم اسکولز بلوچستان کو اس حوالے سے درخواست جمع کروا رکھی ہے۔ صوبائی وزیر تعلیم بلوچستان سے پرزور اپیل ہے کہ وہ اس دیرینہ مسئلہ کو ترجیحی بنیادوں پر حل کریں اور گورنمنٹ پرائمری سکول مدرسہ بحرالعلوم چمن میں مزید اساتذہ تعینات کیے جائیں۔ (محمد صدیق)

ایچ آر سی پی شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص سیل موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔اس وقت سے،ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ہم جو نہی خواتین کے خلاف تشدد،محکمہ جاتی مسائل،اقلیتوں کے حقوق،جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب،جبری گمشدگیوں،سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔تاہم،مالی معاونت،سیاسی پناہ،جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار

جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کر دیتے ہیں۔ہمارا بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے،جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

ہم سے رابطہ کریں

اگر آپ نے کوئی شکایت درج کرانی ہے تو ہمیں کال کر سکتے ہیں،واٹس ایپ کر سکتے ہیں،ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کر سکتے ہیں۔
آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کروا سکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کر سکتے ہیں۔

لاہور	کراچی	پشاور
0321 341 4884 042 3584 5969,042 3586 4994 ایوان جمہور،107 ٹیپو بلاک،نیوگارڈن ٹاؤن،لاہور hrcp@hrcp-web.org complaints@hrcp-web.org	0315 111 6287, 0333 3046674 021 3563 7131, 021 3563 7132 یونٹ نمبر 08،فرسٹ فلور،اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (آئیلا کو ہاؤس)،عبداللہ ہارون روڈ صدر، کراچی karachi@hrcp-web.org	0314 916 0661 - (091) 584 4253 مکان نمبر 43،گلشن اقبال ٹاؤن، نزد نائس ایجوکیشن سسٹم (کالج)،نزد اراب روڈ سٹاپ مین یونیورسٹی روڈ،پشاور peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد	کوئٹہ	حیدر آباد
0333 561 6190 051 835 1095 آفس نمبر 1-B،فلور 2،بلاک 12-D (نزد پی ایس او پمپ)، G-8 مرکز،اسلام آباد islamabad@hrcp-web.org	0346 839 4466 081 282 7869 فلیٹ نمبر C-6،کبیر بلڈنگ ایم اے جناح روڈ،کوئٹہ quetta@hrcp-web.org	022 278 3688 022 272 0770 0310 339 2222 آفس نمبر 306،فائزہ آرکیڈ،صدر،حیدرآباد hydrabad@hrcp-web.org

ملتان	گلگت	تربت/مکران
0300 632 5401 061 451 7217 2511/5A ابدالی کالونی، نزد بریٹین سکول،ملتان multan@hrcp-web.org	0344 5475553, 0355 4541088 آفس نمبر 9-8،رنگ یل پلازہ، جماعت خانہ روڈ،ذوالفقار آباد،جتیال،گلگت gilgit@hrcp-web.org	0323 234 2406 0852 413365 پرواز ہاؤس،پسنی روڈ، تربت،کیچ ghaniparwaz@hotmail.com

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موئثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتا غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21: (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور تقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے با عزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو و نما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر : مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سید رضا شاہ